بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

REGD. No P.67

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ

بدر قادیان

جلد ۱۹

شمارہ ۴۹

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

نائب ایڈیٹر:- خورشید احمد انور

شرح چندہ

سالانہ ۱۰ روپے
ششماہی ۵ روپے
ممالکِ غیر ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ نئے پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN.

اخبارِ احمدیہ

قادیان یکم فتح (دسمبر) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق ۲۶ نبوت کی آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ حضور کی طبیعت پہلے سے اچھی ہے لیکن ابھی ضعف ہے ۔ احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے آمین۔

قادیان یکم فتح (دسمبر)۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ۔

★ — آج رات ۲۹ رمضان المبارک کے بعد مقامی طور پر چاند دیکھ لیا گیا اسلئے آج صبح ½۹ بجے عید الفطر کا دوگانہ محترم صاحبزادہ صاحب نے پارک خواتین بہشتی مقبرہ میں پڑھایا ۔ اور بعد میں ایک پُرلطف خطبہ دیا اور اجتماعی دعا کرائی بعدہٗ احباب جماعت نے ایکدوسرے کو مبارکباد کا تحفہ پیش کیا ۔ اور محترم صاحبزادہ صاحب اور محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل نے سب کو معانقہ و مصافحہ کا موقعہ دیا ۔ جملہ درویشان بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں ۔ رمضان بخیر و خوبی گذرا ۔ خدا تعالیٰ اس کی برکات سے سب کو وافر حصّہ دے آمین ۔

—×—

۳ شوال ۱۳۹۰ھ | ۳ فتح ۱۳۴۹ ہش | ۳ دسمبر ۱۹۷۰ء

جلسہ سالانہ کی عظمت و اہمیت کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے

میں دُعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کیلئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ اُن کیساتھ ہو اور اُن کو اجرِ عظیم بخشے

قادیان میں جماعتِ احمدیہ کا ۷۹ واں جلسہ سالانہ بتاریخ ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ فتح ۱۳۴۹ ہش (دسمبر ۱۹۷۰ء) منعقد ہونا قرار پایا ہے جس میں اب صرف چند یوم باقی ہیں ۔ احباب جماعت کو زیادہ سے زیادہ تعداد سے اس روحانی اجتماع میں شرکت کے لئے سلسلہ کے دائمی مرکز قادیان دارالامان میں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ یہ جلسہ جو عظیم برکات اپنے اندر رکھتا ہے اس کے بارے میں مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدرِ ضرورت کے ساتھ لاویں ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں ۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے ۔ اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی ۔

اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں ۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے ۔ اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے ۔ اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی ۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں ۔

بالآخر میں دُعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں ۔ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے ۔ اور ان پر رحم کرے ۔ اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دے ۔ اور ان کے ہم و غم دُور فرمائے ۔ اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہ ان پر کھول دے ۔ اور روزِ آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے ۔ اور تا اختتامِ سفر اُن کے بعد اُن کا خلیفہ ہو ——!!

اَے خدا اَے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکلکشا ! یہ تمام دُعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطاء فرما کہ ہر ایک قوت و طاقت تجھ ہی کو ہے —— آمین ثم آمین ۔

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

ملک صلاح الدین ایم ۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رابا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا ۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان ۔

ھفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۳ر فتح ۱۳۴۹ ہش

آفاتِ ارضی و سماوی کے بعض رُوحانی پہلو

مشرقی پاکستان کے حالیہ قیامت خیز طوفان نے اندوہناک تباہی اور ہیبتناک بربادی کے سبب قریباً ساری دنیا کو جھنجھوڑ دیا ہے۔ طوفان کی تباہ کاریاں اور بعض دیگر ضروری تفصیلات گزشتہ پرچہ میں درج کی جا چکی ہیں۔ اور ساتھ ہی اس تفصیل کے بھی بعض اشارات کئے جا چکے ہیں، جو اس ناگہانی آفت کے نازل ہو جانے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک (بشمول ہمارے اپنے ملک کے) کی طرف سے مصیبت زدہ افراد کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کے طور پر مختلف قسم کی امداد بھجوائی جا رہی ہے۔ اسی پرچہ میں دوسری جگہ بعض اخبارات کے حوالہ سے کچھ مزید تفصیلات درج کی جا رہی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی قدرتی مصیبت کے وقت مصیبت زدہ افراد کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار ایک طبعی امر ہے۔ ایسے واقعات کے ظہور کے وقت جس دل میں کچھ بھی حرکت پیدا نہیں ہوتی وہ دل دراصل انسانی جذبات سے عاری ہے۔ ورنہ مصیبت زدہ کی حالت دیکھ کر اس کی کیفیت سُن کر انسانی جذبات کا اُبھر آنا انسانیت کا خاصہ ہے۔ پھر ہمدردی کی بھی آگے کئی قسمیں ہیں۔ جتنا جتنا کسی کا تعلق بڑھتا یا گھٹتا چلا جاتا ہے ہمدردی کی کمیت و کیفیت میں بھی اسی کے مطابق زیادتی اور کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔

ایسی ناگہانی مصیبت کا شکار ہونے والوں کے ساتھ ہمدردی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ فوری طور پر ایسی امداد بہم پہنچائی جائے جو ان کے لئے فوری ریلیف اور آرام کا کام دے۔ مثلاً بے خانماں افراد کے لئے سب سے پہلا کام رات کو بسیرا کرنے کے لئے تن ڈھانکنے اور بھوک پیاس کی ضرورت کو جلد سے جلد پورا کرنے کے اسباب مہیا کئے جائیں۔ پھر ساتھ کے ساتھ موسم کی نزاکت اور حالات کے تقاضا کے مطابق مناسب طریق کی طبی امداد بلکہ مستقل نوعیت کی حفظ ماتقدم کی تدابیر کو بھی عمل میں لایا جائے۔ اور یہ سب امور عملی ہمدردی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جن پر ہر آفت زدہ علاقہ کے ذمہ دار افراد بالعموم توجہ دیتے ہیں۔

پھر اس قسم کی وقتی اور فوری نوعیت کی تدابیر کو عمل میں لانے کے ساتھ ساتھ اکثر اوقات ان اسباب و علل کی بھی چھان بین کی جاتی ہے جن کے سبب ایسی آفات کے بُرے نتائج سے نپٹا جائے اور ایسے منصوبے بھی زیرِ غور لائے جاتے ہیں کہ ممکن حد تک ایسے حوادث کا اعادہ نہ ہو۔ یا اُن کا دائرہ محدود ہو جائے۔ مگر یہ سب کچھ آخر انسانی تدابیر ہیں۔ اور انسان کی طاقت نہیں کہ قدرت کا پورے طور پر مقابلہ کر سکے۔ گو انسان اپنی ہمت، کوشش اور ترقیاتی تجربات پر بھروسہ کرتے ہوئے بعض اوقات بڑے بڑے دعاوی بھی کر بیٹھتا ہے۔ لیکن نہ ایک بار بلکہ بے شمار مواقع دُنیا پر ایسے آچکے ہیں کہ انسان کی سب تدابیر اور عملی منصوبے دھرے کے دھرے ہی رہ جاتے ہیں۔

پس جہاں تک ظاہری اسباب کو عمل میں لانے کا تعلق ہے زمانہ کی تمام تر ترقیات کے علی الرغم کوئی منصوبہ بھی آج تک حتمی قرار نہیں دیا جا سکا، جو ایسی ناگہانی قدرتی آفات و مصائب کے روکنے کا ذریعہ بن سکے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے انسان کی بے بسی اور ناطاقتی کا پردہ کھل جاتا ہے۔ اور انسان کے عجز کی حقیقت منکشف ہو کر سامنے آجاتی ہے۔!!

سچ تو یہی ہے کہ ؎

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بنا دے   بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پائے

اور یہ بھی سچ ہے کہ ع

وہاں قدرت، یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

جب ایک طرف قدرت کی بے پناہ طاقتیں اور دوسری طرف انسان کی بے بسی اور عجز کا یہ عالم ہو تو ناممکن ہے کہ عاجز انسان کسی وقت بھی قدرت کا مقابلہ کر سکے۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے عجز کا صاف طور پر اقرار کرتے ہوئے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دے — !!

عاجز اور محدود طاقتوں کے حامل انسان کے پاس ایک اور حتمی تدبیر بھی ہے جس کے نتائج یقینی اور اس کے اثرات قابلِ اعتماد ہیں۔ قبل اس کے کہ آفات سماوی وارضی سے بچاؤ کے غیر یقینی مادی اسباب کے مقابل پر ہم ایسے حتمی اور یقینی روحانی اسباب و ذرائع کی تفصیل بیان کریں ہم اس بات کا اعادہ ضروری سمجھتے ہیں کہ جس قسم کی انسانی ہمدردیوں کی تفصیل کا ہم نے اُوپر ذکر کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی جگہ پر بہت ہی قابلِ قدر اور لائقِ صد تحسین ہیں۔ اور مصیبت زدگان کے لئے ضروری اور نفع رساں ہیں لیکن جس خاص ہمدردی کا ذکر ہم اس وقت کرنا چاہتے ہیں وہ بلاشبہ کہیں زیادہ قابلِ توجہ اور دُور رس نتائج کی حامل ہے۔

جب یہ بات یقینی ہے کہ بہت سی آفتوں کے پیچھے قدرت کا ایسا زبردست ہاتھ کام کرتا دکھائی دیتا ہے جس کے مقابلہ کی انسان میں تاب نہیں۔ تو عقلمندی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کیوں نہ طاقت کے اس سرچشمہ کی طرف ہی انسان رجوع کرے اور اسی سے مدد کا طالب ہو۔

آسمانی صحیفوں اور مقدس کتابوں کے مطالعہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ دیگر اسباب اور وجوہات کے علاوہ عالمگیر آفتوں کے ظہور پذیر ہونے کے بعض رُوحانی بواعث بھی ہوتے ہیں۔ جس طرح ملیریا کے جراثیم کے غلبہ کے وقت ملیریا کی وبا کا پھیلنا طبی نقطۂ نظر سے غیر اغلب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح روحانی نقطۂ نظر سے بعض قسم کی روحانی غلط کاریاں اور بے اعتدالیاں ان آفتوں کو کھینچ لانے کا باعث بن جاتی ہیں — مثلاً فسق و فجور کی کثرت۔ ظلم و تعدی۔ بدکاری۔ بد اندیشی۔ بدزبانی اور بدچلنی کی کثرت یہ سب رُوحانی اسباب ہیں جو خدا تعالیٰ کے غضب کو دنیا میں بھڑکانے کا باعث بن جاتے ہیں۔ اور ایک خطہ ارضی کی تباہی اور بربادی پر منتج ہو جاتے ہیں — اس کے ساتھ ہی سنت اللہ کچھ اس طرح جاری ہے کہ تباہ کن مصائب و آلام کے نازل ہونے سے پہلے قدرتِ حق زمین والوں کو اپنے بعض چنیدہ افراد کے ذریعہ وارننگ بھی دیدیتی ہے۔ تا وہ اصلاحِ احوال کی طرف متوجہ ہوں۔ اور ناحق طور پر مارے نہ جائیں۔ لیکن جب ان برگزیدہ افراد کی باتیں بہرے کانوں سُنی جاتی ہیں اور دُنیا اپنے طور و طریق کو بدلنے کے لئے تیار نہیں ہوتی تب آفتوں کا آنا امرِ لازم بن جاتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں فرمایا کہ:-

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل آیت ۱۶)

اسی طرح فرمایا:-

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِىْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا۔ (القصص آیت ۶۰)

پھر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دو بار کے جھنجھوڑنے سے دنیا والے اپنی بداعمالیوں اور بے اعتدالیوں سے رک جاتے ہیں تب آفات کا سلسلہ بھی رک جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرعونیوں پر وقتاً بعد وقتٍ عذابوں کے آنے اور رُکنے کا ذکر تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اور بسا اوقات جب قوم کی قوم بکدم تائب ہو جاتی ہے تو قدرت کا انذار بھی ہمیشہ کے لئے ٹل جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ اس پر شاہد ناطق ہے۔

الغرض یہ دونوں قسم کی مثالیں حتمی طور پر اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتی ہیں کہ آفاتِ سماوی وارضی کے بعض رُوحانی پہلو بھی ہیں جن کا لحاظ کرنے سے علی قدر مراتب انسان محفوظ و مصئون ہو جاتے رہے ہیں۔ اور آئندہ کے لئے بھی ان کا دروازہ بند قرار نہیں دیا جا سکتا —!!

پس کسی آفت زدہ مقام کا شکار ہونے والے افراد سے دیگر طبعی قسم کی ہمدردیوں کے ساتھ ساتھ اس قسم کی خاص ہمدردی جو اپنے اندر خالص روحانی پہلو رکھتی ہے، قدرتی آفات سے بچنے کا حتمی اور یقینی نسخہ ہے۔ اس لئے کہ جس شخص نے اس سرچشمہ سے اپنا تعلق پیدا کر لیا، جہاں سے ان آفتوں کے نازل ہونے کا حکم جاری ہوتا ہے۔ اور جب اس نے ان بواعث کو پیدا ہی نہ ہونے دیا تو آفتوں سے امن میں کیا شک رہا۔ اس لئے ہم بڑے ہی درد مند دل کے ساتھ اپنے تمام بنی نوع سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس رُوحانی تدبیر پر بھی سنجیدگی سے غور کریں اور معصیت و گناہ کے موجودہ تند سیلاب کے وقت اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے سوا اور کوئی صورت اس قسم کے حادثات سے بچنے کی نہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آج جو مشرقی پاکستان کا خطہ اس عبرتناک تباہی کا مرکز بنا ہے تو کل کو دُنیا کا کوئی دوسرا خطہ ایسی بربادی کا نشانہ نہیں بن سکتا۔ بالخصوص اس زمانہ کے مصلح اور خدا کے برگزیدہ بندے نے صاف لفظوں میں آج سے ۶۲ سال پہلے صاف لفظوں میں متنبہ کر دیا ہوا ہے کہ ایسی مصیبتیں اور آفتیں آنے والی ہیں جن سے امن کی واحد صورت وہی ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا —!!

اس لئے خوش قسمت ہے وہ انسان جو ہوشیار کرنے والے کی بات کو دل میں جگہ دیتا ہے۔ اور اس کے مطابق اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرتا ہے کہ وہی حقیقی امن کو پائے گا —!!

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ

"بدر" کی اعانت ہر مخلص احمدی
کا فرض ھے

خطبہ جمعہ

یومِ آخرت پر اپنے ایمان کو پختہ کرو اور اسے مُستحکم بناؤ!

کیونکہ

اس کے بغیر نہ دین کی راہ میں قربانیاں دی جا سکتی ہیں اور نہ ہم اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کے وارث بن سکتے ہیں

تمام نیکیوں اور راست بازیوں کا سرچشمہ ایمان بالآخرۃ ہے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۵ ر تبوک ۱۳۴۹ ہش (۲۵ ر ستمبر ۱۹۷۰ء) بمقام سعید ہاؤس ایبٹ آباد

سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:-

"وَ ابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ."

(القصص آیت ۷۸)

"وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا."

(بنی اسرائیل آیت ۲۰)

اور اس کے بعد فرمایا:-

میں اس مضمون پر خطبہ دے رہا ہوں کہ

اپنے ایمانوں کو پختہ کرو

اور مستحکم بناؤ۔ میں اس سے قبل چند باتیں بتا چکا ہوں۔ میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ ان بشارتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الٰہی سلسلوں کو دی جاتی ہیں۔ میں نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو غلبۂ اسلام کی عظیم بشارتیں ملی ہیں۔ اور میں نے اس طرف بھی جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ جب کسی الٰہی سلسلہ کو عظیم بشارتیں ملیں تو اس سلسلہ یا جماعت پر عظیم ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔

اصولی طور پر جماعتِ الٰہیہ کو آخری اور کامل غلبہ کی بشارت دی جاتی ہے۔ اس دُنیا میں بھی کوئی الٰہی سلسلہ دنیوی مخالفتوں اور دنیوی منصوبوں کے نتیجہ میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ ہمیشہ ہی کامیاب رہا ہے اور دشمن ہمیشہ ہی اپنے منصوبوں میں ناکام رہے ہیں لیکن کیونکہ

بشارتوں کے ساتھ ذمّہ داریاں بھی عائد کی جاتی ہیں

اور قربانیوں کا بھی مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اور ان قربانیوں میں جان کی قربانی۔ اموال کی قربانی۔ اوقات کی قربانی۔ جذبات کی قربانی۔ غرض ہر قسم کی قربانیاں شامل ہوتی ہیں۔ اور بہت سے ایسے مخلص جاں نثار افراد الٰہی سلسلوں میں ہوتے ہیں۔ جن کو اپنی جان کی قربانی دینی پڑتی ہے انہیں اس دنیا میں ان انعامات سے حصہ نہیں مل سکتا جن کا وعدہ کیا گیا ہے پھر بہت سے ایسے جاں نثار مخلصین ہوتے ہیں جو اموال کی انتہائی قربانی دے دیتے ہیں لیکن اس دُنیا میں دس گنا یا سو گنا یا ہزار گنا دولت۔ ابھی بطور انعام نہیں ملی ہوتی کہ وہ اس دُنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور پیچھے رہ جانے والے قربانیوں کا پھل اور ثمرہ اسی دُنیا میں بھی پا لیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

میں جو عرب پر آخری فتح تھی وہ زمانہ نبوت کے بالکل آخری زمانہ میں تھی اس عرصہ میں صحابہؓ نے جانیں بھی دیں۔ اس عرصہ میں صحابہؓ نے اپنے اموال بھی قربان کئے۔ اس عرصہ میں انہوں نے گویا کہ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیا لیکن ان میں سے بہت سے ایسے تھے جو اس عرصہ میں فوت ہو گئے۔ غرض کسی کو کچھ علم نہیں کہ اس کی زندگی کتنی ہے۔ موت ہر وقت انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اسے اگلے سانس کا بھی علم نہیں ہوتا۔ اگر انسان یہ سمجھے کہ یہی زندگی ہے اور بس۔ مر گئے اور ابدی فنا کی گود میں چلے جائیں گے۔ تو دلیری کے ساتھ اور بشاشت کے ساتھ ہر قسم کی قربانیاں دے دینا ممکن نہیں ہوگا۔ کیونکہ انسان سوچتا ہے کہ اگر بس یہی زندگی ہے تو اس زندگی کو چھوڑ کر موت کے در کو کیوں کھٹکھٹائیں۔ اگر یہی زندگی ہے تو کیوں نہ جو دولت ہمیں ملی ہے اس سے ہم

عیش کریں اور مزے اُڑائیں

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی تاکید سے فرمایا ہے کہ آخرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر ایمان ایمان نہیں ہوتا۔ یعنی اس دنیوی زندگی کے بعد انسان کو ایک اور زندگی ملے گی۔ اور اس زندگی کا تعلق انسانوں کے ایک حصے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قہر کا سلوک اور انسانوں کے ایک دوسرے حصے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار کا سلوک ہوتا ہے۔ اگر آخرت پر ایمان نہ ہو یا اگر دار آخرت پر ایمان پختہ اور مستحکم نہ ہو۔ تو شیطان وسوسہ ڈالے گا۔ اور کہے گا کہ کیوں تم اپنی جان اور اوقات اور اموال اور آرام ایک ایسی بشارت کے لئے قربان کر رہے ہو کہ تمہیں پتہ ہی نہیں کہ جب اس کا نتیجہ نکلے گا تو تم اس دُنیا میں موجود بھی ہوگے یا نہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ

سب سے خطرناک وسوسے

جو شیطان ایک انسان کے دل میں پیدا کر سکتا ہے وہ آخرت کے متعلق وسوسہ ہے۔ قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے اس طرف ہمیں توجہ دلائی ہے اور آخرت کے حالات بیان کرتے ہوئے ہمیں بتایا ہے کہ اُس دنیا میں جا کر جب ایسے لوگوں کا واہمہ یا انکار کی کیفیت حقیقت کو دیکھے گی تو ان کو یہ بات سمجھ آ جائیگی کہ ہماری جتنی کمزوریاں تھیں اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کے لئے غلبہ اسلام کے لئے قربانیاں دینے کی (اسی سے آج ہمارا تعلق ہے) وہ کمزوریاں صرف اس وجہ سے تھیں یا اس وجہ سے بھی تھیں (اور بھی بہت بہت سارے اسباب ہو سکتے ہیں) لیکن ایک سبب یہ تھا کہ ہم آخرت پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ اور اس دنیوی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ ہم نے کہا ہم آج قربانی دیں ۲۰ سال کے بعد نتیجہ نکلے یا پچاس سال کے بعد نتیجہ نکلے اس نتیجہ سے تو ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے مثلاً مال کی قربانی اور نفس کی اور زندگی کی قربانی۔ ایک تو مال کی قربانی ہے اور اس کے علاوہ زندگی کی بھی قربانی ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ اپنی زندگی کی قربانی دے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک مخلص احمدی پانچ روپے ماہوار پر لنگر میں کام کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر میں خدمت کرتے تھے اور انہیں پانچ روپے ماہوار گذارہ ملتا تھا۔ ان کے بہت سے بیٹے تھے۔ میرا خیال ہے شاید کوئی استثنا ہو اُن کے بیٹے جب بڑے ہوئے تو اُن میں سے ہر ایک قریباً ۴-۵ ہزار روپے سے زیادہ ماہانہ کما رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کسی کا قرض نہیں رکھتا

اللہ تعالیٰ نے ان کا قرض اس طرح ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ دُنیا میں بھی بدلہ دے دیتا ہے بشارت ہی یہی ہے کہ دنیا میں بھی دل جیتوگے تو غالب آؤگے۔ تلوار سے نہیں بلکہ دل جیتوگے تو غالب آؤگے۔ اور اس دنیا میں بھی بڑی نعمتیں ملیں گی۔ لیکن جہاں تک اس دنیا کی نعمتوں کا تعلق ہے بعض لوگ قربانیاں دیتے دیتے فوت ہوگئے مگر ان کی اولاد نے اللہ تعالیٰ سے اِس دنیا میں بھی اجر پایا۔ لیکن شیطان آکر یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تم نے قربانی دی اگر یہ زندگی یہیں ختم ہو جانی ہے اگر کوئی اُخروی زندگی نہیں ہے پھر تو تمہیں قربانی دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ تمام نیکیوں اور

راستبازیوں کا سرچشمہ ایمان بالآخرۃ ہے

اور شیطان کا بڑا حملہ یا بڑا وسوسہ انسان کے خلاف یہ ہے کہ وہ اس کے دل میں آخرت کے متعلق یہ شبہ ڈال دیتا ہے کہ جب اس دنیا میں قربانی دینے کا بعد میں کوئی نتیجہ نکلنا ہے تو پھر قربانی دینا بے سود ہے۔ اور یہ وسوسہ اس وقت کامیاب ہوتا ہے جب آخرت کے متعلق یقین پختہ نہ ہو۔ یا پختہ نہ رہے تو پھر انسان شبہ میں پڑ جاتا ہے۔ اور قربانی نہیں دے سکتا کیونکہ اس طرح وہ اپنی عقل سے کام لے رہا ہوتا ہے کہ جب اس دُنیا میں سب کچھ ختم ہو جانا ہے تو پھر قربانی دینے کا کیا فائدہ ہے؟ دُنیا کے انعامات کے وعدے کے متعلق یہ وعدہ نہیں ہے کہ زید اور بکر کی زندگی میں وہ پورے ہوں گے۔ یہ وعدہ تو ہے کہ الٰہی سلسلہ یقیناً کامیاب ہوگا۔ لیکن یہ وعدہ نہیں ہے کہ زید یا بکر کی زندگی میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور زید یا بکر سوچنے لگ جائیں کہ ہماری زندگی میں اس دُنیا کی جو خوشخبریاں ہیں پتہ نہیں وہ پوری ہوتی ہیں یا نہیں اس واسطے ہم کیوں قربانی دیں۔ شیطان آکر اس طرح دِلوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

غرض تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا سرچشمہ ایمان بالآخرۃ ہے۔ یعنی بہت سے وسائل جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں اُن میں ایک یہ وسیلہ بھی ہے۔ جب اس بات پر ایمان پختہ ہو کہ اس دنیوی زندگی کے ساتھ ہماری حیات ختم نہیں ہوگی بلکہ یہ تو ایک تسلسل ہے۔ شکلیں بدلتی ہیں۔ تفصیل میں جائے بغیر مَیں اشارہ کر دیتا ہوں کہ اس کے بعد دو قسم کی زندگیوں کے متعلق ہمیں بتایا گیا ہے اور ان کی بھلائیوں کے حصول کے لئے ہمیں کہا گیا ہے

ایک مرنے کے معاً بعد کی زندگی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ روح کو اس جسم کے علاوہ ایک اور جسم دیا جائے گا۔ اس کی جو تفاصیل ہیں انسانی ذہن ان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ لیکن آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی رُو سے انسان کے اعمال اپنے اچھے یا بُرے جسم کی شکل اختیار کریں گے۔ چنانچہ آپ تجربۃً فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ اولیاء کے مقبروں پہ جائیں اور دُعا کریں تو کشفی طور پر ان کو اس برزخ کے زمانے کے جسموں میں دکھایا جاتا ہے۔ ایک وہ جسم ہوتے ہیں جو دھوئیں سے بنے ہوئے ہیں یعنی جن کے اعمال بد تھے۔ اور ایک وہ جسم جو نُور سے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ یعنی جن کے اعمال اچھے تھے۔ انسان کا جیسا بھی عمل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے ویسا جسم دے دیتا ہے۔ یعنی انسان کا اچھا یا بُرا عمل ایک جسم میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً جس طرح ہمارا یہ مادی جسم ہے یہ بھی انرجی اور طاقت کی ایک شکل ہے کیونکہ اب مادے کے متعلق سائنس کی جو نئی تعریف ہے وہ یہی ہے کہ

Matter is nothing but another form of energy.

سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے

کہ یہ جو اٹامک انرجی وغیرہ ہے جسے ہم طاقت کہہ سکتے ہیں جس میں مادے کا کوئی حصہ نہیں ہوتا وہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

پس ہمارے عمل بھی انرجی ہیں۔ ہم کوشش کرتے ہیں۔ جد وجہد کرتے ہیں۔ چاہے ہم بُرے عمل کر رہے ہوں یا اچھے اعمال بجا لا رہے ہوں جس طرح دوسری قسم کی انرجی اور طاقت کو اللہ تعالیٰ کا حکم مادے میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اسی طرح اعمالِ صالحہ اور اعمالِ سیّئہ جو ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نُور کی شکل کے جسم میں یا دھوئیں کی شکل کے جسم میں بن جاتے ہیں۔ البتہ یہ وہ جسم ہیں جو حشرِ اجساد سے پہلے انسان کو دئے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس جسم کو جنت کی لذات یا دوزخ کی گرماہٹ ملنے لگ جاتی ہے۔ لیکن پوری طرح

جنّت یا دوزخ والی کیفیت

حاصل نہیں ہوتی ویسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جیسا ارفع و اعلیٰ وجود جو ہے آپؐ کو تو جنت کی لذات قریباً پوری ملنے لگ جاتی ہیں۔ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں اپنی زبان کے محاورے میں ۱۹/۲۰ کا فرق ہوتا ہوگا۔ مگر دوسروں میں زیادہ ہوتا ہے۔ بہر حال یہ جسم اس جسم سے مختلف ہے جو حشر کے دِن انسان کو ملے گا۔ ایک تو ہم نے یہ جسم چھوڑنا ہے پھر اِس جسم کو بھی چھوڑنا ہے جو برزخ کے زمانہ میں ملے گا۔ اور پھر ان دو جسموں کے بعد ہمیں وہ جسم ملے گا جو جنّت کا جسم ہے۔ ہمیں اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیئے۔ مرنے کے ساتھ ہی دوسرا جسم مل جاتا ہے اور جزا سزا ملنے لگ جاتی ہے۔ اگر ہم دارِ آخرت پر اور زندگی کے اس تسلسل پر پختہ یقین رکھتے ہوں تو (یہ ایک حقیقت ہے کہ) پھر قربانیاں قربانیاں نہیں رہتیں کیونکہ بہر حال ہمیں انعام ملنا ہے۔ ہماری قربانیاں مقبول ہو جائیں تو مرنے کے ساتھ ہی اس کا انعام مل جاتا ہے۔ وہ لوگ بھی محروم نہیں جنہوں نے اس دنیا میں بظاہر شہادت پائی یا جنہوں نے قربانیاں دیں اور نتیجہ نکلنے سے پہلے ان کی طبعی طور پر وفات ہوگئی۔ کیونکہ جو پندرہ سال تک قربانیاں دینے کے بعد زندہ رہا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دُنیا کی نعمتوں سے نوازا گیا اس سے پہلے اس شخص نے اپنا بدلہ پا لیا جو شہید ہو گیا یا خلوصِ نیت سے قربانیاں دیتے ہوئے طبعی موت مر گیا۔ کیونکہ اس کے انعامات اس کی موت کے ساتھ ہی شروع ہوگئے۔ اور وہ جو دوسرا ہے اُسے پندرہ سال تک اور انتظار کرنا پڑا۔ پس یہ بات نہیں کہ جو زندہ رہا وہ فائدہ میں رہا۔

حقیقت یہ ہے

کہ جو فوت ہو گیا وہ فائدہ میں رہا، اگر اس کی سعی مشکور رہی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کر لیا ہے تو وہ فائدہ میں ہے۔

پس ایمان بالآخرۃ نہایت ضروری حُکم ہے۔ اور اس کے بغیر الٰہی سلسلے یا جماعتیں یا ان کے افراد بشاشت کے ساتھ قربانیاں نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا:۔

وَابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ۔

(القصص آیت ۷۸)

یہ تو مَیں نے آیت کا ایک ٹکڑا لیا ہے اس کے آگے ویسے یہ بھی ہے۔

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ الخ

لیکن مَیں نے پہلا ٹکڑا لیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم نے تمہیں جو کچھ دیا ہے (فِيْمَآ اٰتٰىكَ) اس کے ذریعہ آخرت کی نعماء کے حصُول کی کوشش کرو (وَابْتَغِ)

اس دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ ہماری یہ زندگی۔ ہمارا یہ جسم اور اس کی طاقتیں، ہمارا ذہن اور اس کی طاقتیں ہماری رُوح اور اس کی طاقتیں

یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے

گھر سے تو کچھ نہیں لائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مادی اسباب جو تمہیں دئے گئے ہیں اور تو فیق اور استعدادیں جو تمہیں عطا ہوئی ہیں ان کے ذریعہ سے تم دارِ آخرت کی نعماء کے حصُول کی کوشش کرو۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو ماننا ضروری ہے۔ آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر الٰہی سلسلے نہ قربانیاں دے سکتے ہیں اور نہ وہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے پیدا کرنا چاہتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی زندگی پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو انہیں ایمان بالآخرت میں بھی یکتا پاتے ہیں۔ مَیں نے کئی بار بتایا ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے لئے سونے والے کمرے سے بیٹھنے والے کمرے تک جانا شاید دل میں کچھ کوفت کا احساس پیدا کرے۔ مگر ان لوگوں کے لئے اِس دنیا سے نکل کر اُس دنیا میں چلے جانا کوئی کوفت نہیں پیدا کرتا تھا۔ وہ ہنستے کھیلتے اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ قربان

کر دیتے حتیٰ کہ اپنی جان کی بازی تک لگا دیتے تھے۔ ان کے نزدیک زندگی اور موت کے درمیان جو ایک باریک سی لکیر ہے وہ نہ ہونے کے برابر تھی۔

عجیب شان تھی اُن لوگوں کی

(رضوان اللہ علیہم) اور عجیب شان ہے مخلصین جماعت احمدیہ کی بھی۔ لیکن اگلی نسل یعنی ینگ جنریشن جو ہے مثلاً یہ جو نوجوان میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں ہمیں ان کی فکر رہتی ہے۔ کیونکہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی براہ راست تربیت نہیں ملی۔ پھر بعض دفعہ جماعتیں سستی کرتی ہیں۔ لوگ اپنی اولاد کی تربیت کی طرف کما حقہٗ متوجہ نہیں ہوتے۔ اور جب ایسے بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو جسمانی طور پر گھریلو حالات کے لحاظ سے ان کو بھی تنگ کرتے ہیں اور روحانی طور پر بھی ان کے لئے تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔

جب ہم صحابہ کرام کی زندگی کے حالات پڑھتے ہیں تو میں نے بتایا ہے کہ ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے ایک سرور کی بھی اور عقل بھی حیران ہوتی ہے۔ کیا تھے وہ لوگ؟ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ ایران میں لڑ رہے تھے۔ انہوں نے ایک جگہ حملہ آور ہونا تھا راستے میں ایک دریا تھا جس کے اوپر ایک پل بنا ہوا تھا۔ اس پل پر سے انہوں نے اپنی فوج کے ساتھ گزرنا تھا چنانچہ انہوں نے اپنا ایک ہراول دستہ بھیجا کہ اس پل کو جا کر سنبھال لو تاکہ دشمن اسے اڑا نہ دے۔ لیکن اس دستہ کے سردار ایک نوجوان تھے۔ انہیں حکم تو یہ تھا کہ راستے میں لڑنا نہیں مگر انہوں نے غلطی کی۔ ایرانیوں کا ایک دستہ نظر آیا۔ اور اس سے الجھ گئے۔ اور اس پل تک نہ پہنچ سکے۔ اتنے میں دشمن کو پتہ لگ گیا۔ اس نے پل کو اڑا دیا۔ اب یہ

بزرگ صحابی

اپنے گھوڑے پر سوار اپنی فوج کے آگے آگے جا رہے تھے۔ کوئی بیس ہزار کے قریب فوج تھی جس وقت یہ اس جگہ پہنچے جہاں پل تھا تو سامنے ایرانی اپنے آپ کو بڑے محفوظ سمجھتے ہوئے قلعہ بند ہونے کی بجائے دریا کے کنارے تماشہ دیکھنے کے لئے جمع تھے کہ دیکھیں اب مسلمان کیا کریں گے۔ ہم نے پل اڑا دیا ہے۔ لیکن حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک لمحہ کی ہچکچاہٹ کے بغیر اسی طرح چلتے چلتے

اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا

اور ان کے پیچھے کئی ہزار کی جو گھوڑ سوار فوج تھی انہوں نے بھی گھوڑے دریا میں ڈال دئے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا بغیر کسی جانی نقصان کے گھوڑے دوسرے کنارے جا لگے اور آپؓ نے دشمن کو قلعہ بند ہونے کا موقع نہیں دیا۔ اور ان پر فتح پا لی۔ حالانکہ ان کے مقابلے میں اس شہر میں ایرانیوں کی بہت بڑی فوج تھی۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی

یہ کتنی بڑی قربانی تھی

آپؓ کا اپنے گھوڑے کو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا میں ڈال دینا گویا اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنا تھا۔ اور پھر ایسے حال میں کہ پرلی طرف ایرانی گھوڑے میں ہزار قسم کے خطرے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ گویا انہیں احساس بھی نہیں تھا کہ کوئی خطرہ بھی ہے اپنی طرف سے وہ زندگی سے موت کی دنیا میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا اور کامیابی بھی عطا فرمائی انہیں اس بات کا کامل یقین اور پختہ احساس تھا کہ جتنی یقینی یہ زندگی ہے اس سے کم یقینی اگلی زندگی نہیں ہے اور اگر ہم نے اس کے بعد دوسری زندگی کو پانا ہے اور

اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے

تو پھر جو بشارتیں اس نے دی ہیں۔ اور ان بشارتوں کے مقابل میں ہم سے جن قربانیوں کا مطالبہ کیا ہے ہمیں وہ قربانیاں دینی چاہئیں تاکہ وہ بشارتیں ہمیں مل جائیں۔ اس دنیا کی بشارتیں بھی اور اس دنیا کی بشارتیں بھی۔

غرض اللہ تعالیٰ نے کہا ابتغ فیما اٰتٰک اللہ الدار الاٰخرۃ۔ تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے مادی سامان یا جسمانی اور روحانی قوتیں اور طاقتیں، ان سب کے ذریعہ دار آخرت کی نعمار کے حصول کی کوشش کرو۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا (بنی اسرائیل آیت ۲۰) جو اس حکم کے نتیجہ میں دار آخرت کی نعمار کی خواہش رکھے وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا اور محض خواہش ہی نہ ہو بلکہ دار آخرت کی

نعمار کے حصول کے لئے

جس قسم کی کوشش اور مجاہدہ کی ضرورت ہے اور جس کا حکم دیا گیا ہے وہ کوشش اور مجاہدہ بجا لائے ایسے حال میں کہ وہ مومن ہو یعنی آخرت پر بھی اس کا ایمان پختہ ہو یہاں وَھُوَ مُؤْمِنٌ کے ایک معنے ہم یہ بھی کریں گے کہ آخرت پر اس کا ایمان پختہ ہو۔ دل میں یہ شیطانی وسوسہ نہ ہو کہ پتہ نہیں مرنے کے بعد دوسری زندگی ملے گی یا نہیں ملے گی

الٰہی سلسلوں میں

کئی ایسے کمزور لوگ بھی ہوتے ہیں جو قربانیاں بھی دے رہے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی کمزوریٔ ایمان کی وجہ سے انہیں ضائع بھی کر رہے ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں پتہ نہیں آخرت کی زندگی ہے بھی یا نہیں۔ پتہ نہیں وہاں ہمیں کس قسم کے انعاموں کا وعدہ دیا گیا ہے۔ چونکہ ان کا ایمان پختہ نہیں ہوتا اس لئے نقصان اٹھاتے ہیں

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے اس حکم کے مطابق انسان کی خواہش

آخرت کی نعمار

کے حصول کی ہو۔ اور پھر صرف خواہش ہی نہ ہو بلکہ سَعٰی لَھَا سَعْیَھَا آخرت کی نعمار کے حصول کے لئے جس قسم کی سعی اور کوشش اور مجاہدہ کر رہا ہو اور پھر فرمایا وَھُوَ مُؤْمِنٌ۔ آخرت پر اس کا ایمان بھی پختہ ہو۔ تو پھر اس کی کوشش پر اللہ تعالیٰ اس کا شکر گزار ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے جو وعدے ہیں اس کے مطابق انعام ملے گا۔

میں نے ابھی بتایا تھا کہ جب تک انسان کا دار آخرت اور اُخروی زندگی پر ایمان پختہ نہ ہو وہ قربانی نہیں دے سکتا جس کا اس سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر ہمیں ایمان ہے تو

دار آخرت پر بھی ہمیں ایمان لانا چاہیئے

کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کی ایک تو یہ زندگی ہے اور اس کے بعد ایک درمیانی زندگی ہے۔ اور پھر آخر میں جنت کی زندگی ہے جس میں انسان کو ایسی نعمتیں عطا ہوں گی جو اس کے تصور میں بھی نہیں آ سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھانے کے لئے اس دنیا کے بعض الفاظ بیان فرمائے ہیں لیکن ساتھ ہی

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے

یہ بھی کہلوا دیا ہے کہ جنت میں جو نعمار تمہیں ملیں گی وہ اس قدر اعلیٰ درجہ کی ہوں گی کہ نہ اس سے پہلے تمہاری آنکھوں نے دیکھی ہوں گی نہ ان کے متعلق تمہارے کانوں نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے ذہن میں ان کا تصور ہوگا یہ پردے کی دنیا ہے یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل پردوں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں وہاں پردے نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل بالکل ظاہر ہو کر سامنے آ رہے ہوں گے اور شیطانی وسوسہ نہیں ہوگا۔

پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ میری عطاء کے ذریعہ سے دار آخرت کی نعمار کے حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اگر تم کوشش کرو گے اور اس کے مطابق ایمان رکھو گے۔ اگر تم خواہش کرو گے اور پھر کوشش کرو گے اور

آخرت پر پختہ ایمان

رکھو گے تو تمہاری سعی اور تمہارا مجاہدہ قبول ہوگا اور اللہ تعالیٰ بھی بندوں کی طرح شکر گزار ہوگا ایسے اللہ تعالیٰ کی ذات تو ارفع اور اعلیٰ ہے وہ ہمیں سمجھانے کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے کہ اے لوگو! اگر تم دار آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے اُخروی نعمار کے حصول کے لئے کوشش اور مجاہدہ کرو گے تو تمہاری سعی عند اللہ مشکور ہو گی۔ اور مشکور میں اس طرف یہ اشارہ بھی ہے کہ جو تمہیں وعدے دئے گئے ہیں ان سے بھی زیادہ دے دیں گے ہماری جماعت کا اس وقت

تجدید اسلام کے لئے

قائم کیا گیا ہے اور ہمیں بڑی عظیم بشارتیں دی گئی ہیں۔ اس دنیا کی بشارتیں بھی ہیں اور اُخروی زندگی کی بشارتیں بھی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُخروی زندگی کی سب سے بڑی بشارت تو یہ دی گئی ہے کہ

صحابہؓ سے جا ملے ہیں جب مجھ کو پایا

جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں آئے تھے ان کے انعامات بہرحال دوسروں سے زیادہ ہیں۔ یہ جو ایک جامع مصرعہ ہے اس میں تعلق ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہدی معہود علیہ السلام کا۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح آپؐ کی تربیت پانے والے گروہ نے انتہائی تربیت حاصل کر کے انتہائی قربانیاں دیں، اور اللہ تعالیٰ کے انتہائی فضلوں کو حاصل کیا یہی دروازہ تمہارے لئے بھی کھلا ہے

اس میں بڑی عظیم بشارت ہے

اس دنیا کے لئے بھی اور اصل تو اُس دنیا کے لئے بشارت ہے۔ وہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی جنتوں کے ان حسین حصوں میں (یعنی وہاں کی جنتوں میں بھی عمل عمل کے لحاظ سے فرق ہے) اعلیٰ اور ارفع اور حسین تر باغات میں رکھے جن میں صحابہ رکھے جاتے ہیں تو اس سے بڑھ کر اُخروی انعام اور کیا ہو سکتا ہے۔ بس

غلبۂ اسلام کا منصوبہ اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے۔ اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے۔ اور ہمیں اس دنیا کے لئے بھی اور اس دنیا کے لئے بھی بشارتیں دے کر قربانیوں کی طرف متوجہ کیا ہے اور ہم سے

قربانیوں کا مطالبہ

کیا گیا ہے اور ہمیں اپنے فضل سے یہ گر بتا دیا ہے کہ جس قسم کی قربانیوں کا میں مطالبہ کر رہا ہوں تم وہ قربانیاں دے نہیں سکتے جب تک کہ دارِ آخرت پر تمہارا ایمان پختہ نہ ہو

پس نوجوان نسل کو بھی اور بڑوں کو بھی میں یہ کہتا ہوں کہ اپنے اس دارِ آخرت پر) ایمان کو بھی پختہ کرو۔ میرا اس سلسلہ خطبات کا عنوان یہی ہے کہ

اپنے ایمانوں کو پختہ کرو

اور مستحکم بناؤ۔ دارِ آخرت پر ایمان کو بھی پختہ کرو اور جب دارِ آخرت پر ایمان پختہ ہو جاتا ہے تو یہ دنیا جو عارضی ہے اور اس کی جو لذتیں ہیں اور اس کی جو عزتیں ہیں وہ عارضی اور بے وفائی کا جامہ پہنے ہوئے ہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ پھر جو اس دنیا کی چھوٹی سی زندگی ہے اس کے آخر تک انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ دنیا وفا نہیں کرتی۔ عام طور پر ۴۰ سال ۵۰ سال ۶۰ سال ۷۰ سال ۸۰ سال ۹۰ سال یا شاید کوئی ۱۰۰ سال تک بھی پہنچتا ہو پھر دنیا اس کو چھوڑ دیتی ہے اور انسان کے مادی جسم کو پھر اپنے پیٹ میں واپس بلا لیتی ہے۔ پس دنیا تو وفا نہیں کرتی۔ لیکن جس وقت یہ دنیا انسان کے جسم کو پھر سمیٹ لیتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایک اور جسم دے دیتا ہے۔ اور پھر جب ضرورت پڑتی ہے زیادہ سے زیادہ اور ظاہر سے ظاہر نعمتوں کے حصول کی، تو اللہ تعالیٰ ایک تیسرا جسم دے دیتا ہے۔ غرض

یہ دنیا ہے کیا؟

۷۰ سالہ آدمی سے آپ پوچھیں، تو وہ بھی یہی کہے گا کہ پتہ نہیں لگا۔ دو چار دن میں عمر ختم ہو گئی۔ ہر ایک نوجوان اپنی سادگی میں یہ سمجھتا ہے کہ اس کے سامنے ۵۰-۶۰ سال عمرِ طبعی کے پڑے ہیں۔ ویسے تو انسان ہر عمر میں فوت ہو سکتا ہے لیکن ایک طبعی عمر بھی ہے۔ لیکن جو اپنی طبعی عمر گزار چکا ہے جب وہ اپنے پیچھے دیکھتا ہے تو اسے نظر آتا ہے، گویا وہ پرسوں ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اس کی زندگی پر ایک زمانہ گزر چکا ہوتا ہے مگر اسے پتہ ہی نہیں لگتا۔ اس دنیوی زندگی کے مقابلہ میں

جو دارِ آخرت کی زندگی ہے وہ تو ابدی زندگی ہے جس نے کبھی ختم ہی نہیں ہونا اور جو اخروی انعامات ہیں ان میں سے کوئی مونوٹونی (Monotony) نہیں ہے۔ یعنی وہاں ایک ہی چیز نہیں ہوگی جس سے طبیعت اکتا جائے حدیثوں میں اس کے متعلق بڑی تفصیل سے ذکر موجود ہے۔

ایک نعمت کے بعد دوسری نعمت

دور سے سامنے آ جائے گی۔ اور پھر جنتی کہیں گے اے خدا! یہ نعمت ہمیں عطا کر۔ چنانچہ انہیں درجہ بدرجہ پہلے سے زیادہ لذیذ اور مسرت پہنچانے والی نعمتیں ملتی چلی جائیں گی۔ کیونکہ ان کا تعلق نور سے ہے۔ (اللّٰہ نور السّمٰوٰت والارض) یعنی اس کے فضلوں اور اس کے پیار اور اس کی رضا کے جلووں کے ساتھ ہے۔

قرآن کریم نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ ایک دوسری طرف اشارہ کر کے کہ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا یعنی جس وقت ایک روحانی لذت روٹین (Routine) کا ایک حصہ بننے لگے گی تو سامنے ایک اور نور آ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے نور

کا ایک زیادہ حسین جلوہ نظر آنے لگے گا تو انسان کہے گا اے ہمارے خدا! اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا ہمیں اس سے بھی بڑھ کر نور اور اپنا پیار عطا کر۔ اپنی رضا کے جلووں سے ہمیں سرفراز کر۔

اسی طرح دوزخیوں کا حال ہے کہ جب وہ عادی ہونے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ان کی جلدیں بدل دوں گا۔ جلد حس کا ذریعہ ہے۔ یہ محاورہ ہے۔ جو بھی جلد وہاں ہوگی۔ یعنی جو بھی حس کا ذریعہ ہوگا جب عادت پڑنے لگے گی تو جلد بدل دی جائے گی۔ مثلاً یہ جو تنور پر روٹیاں لگانے والے ہوتے ہیں ان کے چہروں کے چمڑے کو عادت پڑ جاتی ہے۔ دوسرا اگر دو روٹیاں لگانے کے لئے تنور میں جھکے تو اس کا منہ جل جائے لیکن نانبائی ایک وقت میں روٹیاں لگانے کے لئے ہزار دفعہ تنور کی آگ میں جھکتا ہے یہی حال باورچی کا ہے۔ مجھے یاد ہے بچپن کے زمانے میں ہیں یہ دیکھ کر حیران ہوتا تھا کہ وہ آرام سے سرخ کوئلے ہاتھ سے اٹھا کر دوسری طرف رکھ دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی جلد سخت ہو چکی ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

کہ دوزخیوں کی جلد سخت نہیں ہونے دی جائے گی۔ جب ان کو اس سزا کے جھیلنے کی عادت پڑنے لگے گی تو ان کی جلد نرم کر دی جائے گی تا کہ ان کا علاج ہو سکے۔ لیکن جنتیوں کے متعلق ایسا نہیں ہوگا مثلاً نیند ہے آدمی ہر روز سوتا ہے اور نیند تو دراصل انسان کو بڑی سکون پہنچانے والی الٰہی نعمت ہے۔

نیند کا ہونا ایک بڑی عجیب نعمت ہے

لیکن ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا نیند کا، نہ اس کی لذت کا۔ ہم روز سوتے ہیں اِلّا ماشاء اللہ۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نیند سے بہت پیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ وہ سمجھتے ہیں اگر بارہ گھنٹے روزانہ سوئیں تو تب انہیں اس دنیا کی لذت اور سرور پورا حاصل ہوتا ہے البتہ ایسے لوگ ہزاروں میں سے ایک دو ہوتے ہیں۔ بڑی بھاری اکثریت ایسی ہے جنہیں ہر روز سونے کے نتیجہ میں نیند کی لذت کا احساس نہیں رہتا۔ یا مثلاً انسان سانس لیتا ہے اور یہ اس کے لئے لذت کا باعث ہے کیونکہ یہ

زندگی کا باعث ہے

لیکن آدمی کو سانس کی لذت کا اسی وقت پتہ لگتا ہے جب اسے نمونیہ ہو جائے یا موت کے وقت سانس اکھڑ جائے۔ پھر اس کو پتہ لگتا ہے کہ سانس کتنی بڑی نعمت ہے۔ میرے خیال میں اس وقت جو احباب میرے سامنے بیٹھے ہیں کسی کو بھی آج صبح سے یہ خیال نہیں آیا ہوگا کہ وہ سانس لیتے ہیں اور اس طرح انہیں بڑی لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے۔

پس جنت میں

لذت کی یہ کیفیت

نہیں ہوگی۔ کیونکہ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا کی رُو سے جب بھی لذت کی عادت پڑ جائے گی اور لذت حقیقی لذت نہیں رہے گی تو اس سے بھی بڑی لذت مل جائے گی۔

پس ہمیں کتنی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں اور ان کے مقابلے میں کتنی تھوڑی قربانیاں ہیں جن کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ لیکن ہم بعض دفعہ اپنی جہالت کے نتیجہ میں سمجھتے ہیں کہ یہ چند روزہ زندگی کی لذات اخروی زندگی کی لذات سے زیادہ قیمتی ہیں اور زیادہ ضروری ہیں۔ ہم ان سے فائدہ اٹھائیں اگلی دنیا پتہ نہیں آتی ہے یا نہیں، یہ کمزوری ایمان کی علامت ہے۔

غرض جہاں تک

یومِ آخرت پر ایمان

لانے کا تعلق ہے آپ اپنے ایمان کے اس حصہ کو بھی پوری طرح مستحکم اور مضبوط بنا لیں۔ اس کے بغیر آپ قربانیاں نہیں دے سکیں گے اس کے بغیر آپ ان نعمتوں، اللہ کے فضلوں اور بشارتوں کے وارث نہیں بن سکیں گے جن کا وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور

اس کی رضا کے لئے

اس کی راہ میں ایسی قربانیاں دینے کی توفیق عطا کرے جنہیں وہ قبول کرے اور ہماری سعی مشکور ہو جائے۔

آمین

تم میں سے کتنے ہیں جو خدا کی راہ میں زندگی وقف کرنے کو تیار ہیں

وقفِ جدید انجمن احمدیہ کا کام وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور نئے واقفینِ زندگی کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ تمام مخلصینِ جماعت سے گزارش ہے کہ وہ خدمتِ دین کیلئے آگے قدم بڑھائیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں اپنی زندگیاں اس نیک مقصد کے لئے دفتر ہٰذا کے ذریعہ پیش کریں۔ دیکھئے امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز آپ کو وقف کی طرف بلاتی ہے:-

"میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اس کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور پھر اس کوشش اور فکر میں لگ جائے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیم کی طرح اس کی روح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا۔ خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔ پس تم میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں" (ملفوظات جلد دوم ص۱۰۰)

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

انگلستان کے گرجوں کے کینیڈین خریدار

آئندہ سالوں میں ۷۰۰ سے زائد گرجے فروخت ہونے کی توقع

از مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ اسلام فجی

اس زمانہ کے مامور من اللہ۔ اور امام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا ایک اہم مقصد کسر صلیب یعنی عیسائیت کے مشرکانہ عقاید کا ابطال تھا چنانچہ حضور علیہ السلام نے ایسے واضح اور بیّن طور پر موجودہ عیسائیت کے مشرکانہ عقاید کا رد فرمایا ہے کہ معمولی عقل و دانش رکھنے والے انسان پر بھی ان کا بطلان واضح ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ تعصب کا شکار نہ ہو۔ اور خدا ترسی اور انصاف اس کا شیوہ ہو۔ دنیا بھر کے عیسائی فرقوں کے کسی لیڈر کو اس بارہ میں حضور کی طرف سے دئے گئے چیلنج قبول کرنے کی آج تک نہ صرف جرأت نہیں ہوئی بلکہ اب انہیں یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ ان کے مشرکانہ عقاید سے عیسائی دنیا کی اکثریت بیزار ہو کر انہیں یکسر چھوڑ رہی ہے اور وہ دن دور نہیں معلوم ہوتا کہ موجودہ عیسائی مذہب دنیا میں برائے نام رہ جائے گا۔ اور عیسائی قومیں فوج در فوج عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کر لیں گی۔ جس کے آثار دنیا میں ہر جگہ نمایاں ہو چکے ہیں اور ہر دانشمند انہیں بآسانی ملاحظہ کر سکتا ہے۔

پس کاسر صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زندہ و پائندہ علم کلام کی دنیا میں موجودگی میں عیسائیت کی تعلیم و عقاید اب ہرگز نہیں پنپ سکتے اور کوئی خدا ترس انسان بھی انہیں اپنا نہیں سکتا۔ وہ لوگ جنہیں اب بھی یہ دعوے ہے کہ عیسائیت دنیا میں ترقی کر رہی ہے یا تو وہ اپنے متعصبانہ رویّہ کی وجہ سے سخت غلطی خوردہ ہیں۔ یا پھر وہ عملاً دیدہ دانستہ حق پوشی اور غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ آج خود عیسائی رہنما اور لیڈر اور دنیا کے سرکردہ مسیحی اپنی مذہبی کمزوری اور عیسائی عوام کی عیسائیت سے بیزاری کو پوری طرح محسوس کر چکے ہیں۔ چنانچہ عوام کی یہ بیزاری اور لاتعلقی اب اس قدر بڑھ چکی ہے کہ یورپ کے بعض شہروں اور قصبوں میں لاتعداد چرچ ایسے ویران اور خالی ہو چکے ہیں کہ ان کو دیگر کاموں کے لئے استعمال کرنا یا فروخت کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے ایک حالیہ خطبہ میں یورپین قوموں کی عیسائیت سے بیزاری اور وہاں پر موجودہ عیسائیت کی ڈگمگاتی ہوئی بوسیدہ عمارت کا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان فرماتے ہیں:-

"یورپ میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے تثلیث کو ختم کر دیا ہے جیسی گرجا کے ساتھ انہیں اب کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ البتہ ان قوموں پر عیسائیت کا لیبل لگا ہوا ہے آپ نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ آپ اپنے تصوّر میں بھی یہ نہیں لا سکتے کہ کسی مسجد کے سامنے فار سیل For Sale کا بورڈ لگا ہوا ہو۔ یعنی یہ مسجد قابل فروخت ہے۔ لیکن خود میری آنکھوں نے لنڈن کے بعض گرجوں کے سامنے فار سیل For Sale کا بورڈ لگا ہوا دیکھا ہے میری مصروفیات کی وجہ سے مجھے اکثر باہر نکلنے کا موقع کم ہی ملتا تھا لیکن جب کبھی میں موٹر میں باہر نکلتا اور کہیں گرجا نظر آتا خصوصاً اتوار کے روز، تو میں یہ دیکھنے کی کوشش کرتا کہ مجھے اندر جانے والے یا باہر نکلنے والے نظر آجائیں اور میں یہ معلوم کر سکوں کہ وہ کس عمر یا کس ٹائپ کے لوگ ہیں۔

جب میں ۶۷ء میں وہاں گیا تھا تو اس وقت ایک موقع پر ہماری کار ایک گرجا کے سامنے سے ایسے وقت گزری جبکہ پرستش کرنے کے بعد عیسائی گرجا سے باہر نکل رہے تھے۔ چنانچہ میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ان میں ۹۵ فیصد لوگ ساٹھ سال سے بڑی عمر کے تھے اور بمشکل ۵ فیصد لوگ ساٹھ سال سے کم عمر کے تھے۔ اس طرح نوجوانوں کی گویا تین نسلیں سمجھنی چاہئیں۔ اگر ہر ایک نسل بیس سال کی ہو تو پچھلی تین نسلیں ایسی ہیں جنہیں عیسائیت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پھر یہ بھی دیکھیں کہ عیسائی مملکت کہلاتی ہے۔ مگر عجیب عیسائی مملکت ہے کہ وہاں کی ملکہ کو سوڈومی Sodomy بل پر مجبوراً دستخط کرنے پڑے"

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۲ر اگست)

یورپین قوموں کی عیسائیت سے بیزاری اور نفرت کا اب اس حد تک بڑھ جانا اور گرجوں میں عبادت کے لئے جانے سے ان لوگوں کا اس قدر گریز کرنا اور پھر نتیجۃً وہاں کے عیسائی اداروں کا وہاں کے گرجوں اور مذہبی عمارتوں کو عام استعمال کے لئے فروخت کرنے پر مجبور ہو جانا اس امر کا بیّن اور ناقابل انکار ثبوت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ پیشگوئی کے مطابق اس زمانہ کے مامور و مرسل اور کاسر صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ صلیبی مذہب کا بطلان مجموعی لحاظ سے تمام دنیا پر ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس کے اس بطل جلیل اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند عظیم نے کسر صلیب کا کام نہایت حسن و خوبی سے کر کے دکھا دیا ہے۔ اس بارے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مندرجہ بالا واضح بیان کی تائید فجی کے واحد انگریزی روزنامہ فجی ٹائمز ۱۲ر ستمبر ۱۹۷۰ء میں مطبوعہ ایک خبر یا اشتہار سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں انگلینڈ کے چرچوں وغیرہ کی فروخت کی موجودہ رفتار سے اندازہ کر کے یہ امید ظاہر کی گئی ہے کہ آئندہ چند سالوں میں ۷۰۰ سے زاید عیسائی چرچ عام استعمال کے لئے فارغ کر کے فروخت کئے جا سکیں گے ......

ذیل میں فجی ٹائمز ۱۲ر ستمبر کی اس خبر کا من وعن ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"انگلینڈ کے گرجے زائد از ضرورت کے بکاؤ"

"انگلستان کے مذہبی مستقبل کے

کئی قدیم چرچ بیرونی ممالک کے خریداروں کی توجہ اور دلچسپی کا باعث بن رہے ہیں۔ Canada کینیڈا سے تیس ایسے خریداروں کی طرف سے انکوائری آچکی ہے جو کہ اپنے انگریز آباؤ اجداد کے پیدائشی وطن میں قابل فروخت گرجوں کو خرید کر اپنی ذاتی ملکیت میں لانا چاہتے ہیں۔ انگلستان کے موجودہ کلیسیائی نظام میں خاص تبدیلیوں کے نتیجہ میں امید کی جاتی ہے کہ آئندہ دس سال کے اندر انگلستان میں (۷۰۰) سات سو سے بھی زیادہ تعداد میں ایسے زاید از ضرورت گرجے فروخت کے لئے مہیا ہو سکیں گے جنہیں عام عبادت کی بجائے ذاتی رہائش اور دیگر ضروریات کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ عوام کے دیہاتی علاقوں سے شہروں میں منتقل ہو جانے سے لاتعداد گرجے اب ویران ہوتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ بڑے بڑے اہم اور عالیشان گرجوں میں بھی اب صرف خال خال ہی عبادت کرنے والے دیکھنے میں آتے ہیں اس لئے کلیسائی حلقوں کے ان چھوٹے چھوٹے عیسائی گروہوں کے لئے ایسے چرچوں کی نگہداشت کا مالی بوجھ اب ناقابل برداشت ہوا جاتا ہے کسی گرجے پر زاید از ضرورت اور فارغ ہونے کا حکم لگانا کافی لمبی کارروائی چاہتا ہے جو کلیسائی ضلع اور اس علاقہ کے بشپ اور مل بینک لنڈن میں چرچ کمشنرز کے مشورہ اور سمجھوتہ سے عمل میں آتا ہے۔ مل بینک لنڈن کے آفس کے حمیہ چرچ کمشنرز چرچ آف انگلینڈ کی مرکزی فنانس کمیٹی کہلاتی ہے۔ مذکورہ بالا گرجوں میں سے جو قدیم گرجے تاریخی یا عمارتی لحاظ سے خاص اہمیت کے حامل سمجھے جائیں انہیں بجائے فروخت کرنے کے بطور قومی آثار قدیمہ کے برقرار رکھا جائے گا جن کی نگہداشت کے اخراجات کی متحمل سٹیٹ گورنمنٹ ہوگی۔

ہم ہر ایک سال زیادہ گرجوں کی اکثریت کو عبادت کی بجائے دوسرے کاموں کے لئے استعمال کرنا ضروری [illegible] ہے۔ [illegible]

کھنڈرات بن کر رہ جائیں گے۔ ان میں سے جو گرجے بطور پرائیویٹ پراپرٹی فروخت نہ ہو سکیں گے انہیں پھر بطور لائبریریاں، آرٹ سنٹرز (یعنی جوان لڑکیوں کے کھیل تماشے اور ناچ گانے کے مرکز) تھیٹرز اور عمومی ہال وغیرہ میں تبدیل کرنا پڑے گا۔ بہرحال انگلش گرجوں کو جنہوں نے بھی انگلینڈ میں اپنے لئے بطور دیہاتی گھر کے خریدنا ہو انہیں ان کی عمارتوں کو گرم رکھنے، نکاسی بندوبست اور چرچ گارڈنز کی نگہداشت اور آئے دن ان کی در و دیوار کی مرمت وغیرہ کے معاملات کا اکثر مقابلہ کرنا ہوگا اب انگلینڈ کے قدیم شہروں مثلاً کیمبرج، یارک، لیڈز اور نارویک وغیرہ میں پرائیویٹ استعمال اور پرائیویٹ پراپرٹی کے طور پر خریدنے کے لئے انگلش گرجے مل سکتے ہیں اور جو ضرورتمند احباب کسی شہر یا دیہات میں کوئی گرجا خریدنا چاہیں۔ وہ چرچ کمشنرز آفس مل بینک لنڈن سے رابطہ قائم کریں۔"

(دی ٹائمز دہلی ۱۸ر ستمبر ۱۹۶۹ء)

یہ تو ہے ان ممالک اور قوموں کی عیسائیت سے بیزاری کا حال جہاں سے موجودہ عیسائیت اور دجالی فتنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج سے تقریباً ایک ڈیڑھ صدی پہلے دنیا کے دیگر ممالک میں پھیلنے شروع ہوئے اور جو اب بھی عیسائی مذہب اور عیسائی تہذیب و تمدن کا گہوارہ کہلاتے ہیں۔ اب ہمارے اپنے ملک کے عیسائی رہنماؤں کی زبانی پاکستان میں عیسائیت کا حال سنیئے۔ یہاں بھی یورپ کی طرح عیسائی مشنوں کی عمارتوں اور ہسپتالوں کو فروخت کیا جا رہا ہے اور آئے دن ملک کے سینماؤں وغیرہ میں بھی ان کی فروخت کے اعلانات اور اشتہارات دئیے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں مشہور مسیحی رسالہ "کلام حق" گوجرانوالہ لکھتا ہے:-

"ان کلیساؤں کی استقامت کے لئے سکریٹریٹ کا لجز، مشن ہسپتال اور دیگر رہائشی کوٹھیاں تعمیر کی گئیں تاکہ خداوند کا جلال ترقی کریگا۔ مگر اب یہ حال ہے کہ ان مشن اداروں اور رہائشی کوٹھیوں کو جو صرف مسیحی خدمت کے لئے وقف تھیں اور اسی مقصد کے لئے سرکارِ عالیہ سے خریدی جا چکی تھیں اب فروخت کیا جا رہا ہے۔ جن میں سے ان دنوں مشن کمپاؤنڈ بار وملی، مشن کمپاؤنڈ پسرور، مشن کمپاؤنڈ بھیرہ فی الحال فروخت کی جا چکی ہیں اور جس مشن ہسپتال سرگودھا کو عرصہ سے بند کر رکھا تھا اب اس کے لئے یہاں سرگودھا کے تمام سینماؤں میں امریکن مشن ہسپتال برائے فروخت کی سلائیڈز اشتہار کی صورت میں ہر شو میں دکھائی جا رہی ہیں"

(کلام حق جولائی ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۱ بحوالہ الفرقان اگست ۱۹۶۹ء)

حقیقت یہ ہے کہ اب دنیا بھر کے عیسائی عوام کی آنکھیں کھل رہی ہیں اور حق دن بدن آشکار ہو رہا ہے۔ اور اب وہ دن قریب سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں جبکہ عیسائی قومیں کیا یورپ اور کیا غیر ممالک میں اپنی عیسائیت کا آبائی اور روایتی جوا بھی اپنی گردنوں سے اتار کر دور پھینکیں گی۔ اور اسلام کی سچی توحید اور ابدی سلامتی اور سعادت کی راہ پر گامزن ہوں گی۔ اس کے ثبوت میں بھی مسیحی رسالہ "کلام حق" ہی کا بیان ملاحظہ ہو۔ لکھتا ہے:-

"آج خداوند کو موجودہ کلیسیا سے یہ شکایت ہے کہ اس میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو بائیبل مقدس کو خدا کا الہامی اور بے خطا کلام نہیں مانتے اور مسیح کو خدا کا بیٹا قبول نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اسی قسم کی تعلیم دے کر گمراہ کرتے ہیں تو بھی کلیسیا کے خودغرض اور بزدل لیڈر ان کو اپنے درمیان سے نکالنے کی جرأت کرتے نہ خود ان سے علیحدہ ہوتے ہیں"

(کلام حق۔ گوجرانوالہ اکتوبر ۱۹۶۹ء بحوالہ الفرقان اکتوبر ۱۹۶۹ء)

درخواستِ دعا

مکرم ڈاکٹر محمد عارف خاں صاحب آف Jetultallah ضلع ہگلی مغربی بنگال سے ڈرائیو کرتے وقت ایک حادثہ کے نتیجہ میں ایک شخص ہلاک ہو گیا تھا۔ عدالت میں کیس چل رہا ہے۔ باعزت بریت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

مقامِ صدیقیت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

ایک قابلِ غور نکتہ

از مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد، ربوہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار امتِ محمدیہ کے ان مقتدر، مقدس اور باکمال بزرگوں کی صفِ اول میں ہوتا ہے جو قرآن مجید، حدیث نبوی، اصول فقہ، فلسفہ اخلاق، فلسفہ احکام، کلام اور تصوف کے آسمان پر ماہ و انجم بن کر چمکے۔ اور اپنے نورانی پیکر سے ظلمت کدوں کو بقعۂ نور بناتے رہے۔

چنانچہ علامہ شبلی مرحوم اپنی مشہور کتاب "تاریخ علم الکلام" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحبِ دل و دماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھانا تھا کہ اخیر زمانے میں جبکہ اسلام کا نفس باز پسیں تھا شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی، ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے"

اسی طرح نواب صدیق حسن خاں نے حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کی عظیم شخصیت کو خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"اگر وجود او در صدر اول و در زمانہ ماضی مے بود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ مے شود"

(بحوالہ رود کوثر طبع سوم ص ۵۱۰ از شیخ محمد اکرم ایم اے ناشر فیروز سنز لاہور)

یعنی اگر آپ اسلام کے پہلے زمانے میں پیدا ہوتے تو اماموں کے امام اور مجتہدوں کے سرتاج تسلیم کئے جاتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نور اللہ مرقدہ نے بیسیوں معرکۃ الآراء کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں بے شمار اسلامی مسائل و حقائق پر روشنی پڑتی ہے جن سے آپ کے حیرت انگیز تبحرِ علمی اور زبردست کشفی قوت کا پتہ چلتا ہے خصوصاً روحانی اور وجدانی احوال و مقامات کا جو نقشہ آپ کے قلم مبارک نے کھینچا ہے وہ اپنی کیفیت و کمیت دونوں اعتبار سے نہایت واضح، نہایت صاف اور نہایت دلکش ہے۔ اس باب میں آپ کے اندر بیک وقت حضرت ابن عربیؒ، حضرت امام غزالی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہم جمیعاً کی متعدد خصوصیات پوری شان سے جلوہ گر تھیں بطور مثال مرتبہ صدیقیت ہے جو عالم کے چار مدارج (نبوت، صدیقیت، شہیدیت اور صالحیت) میں سے تیسرے درجہ کا انتہائی بلند منصب ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس منصب پر تفصیلی بحث فرمائی ہے جس کا نہایت اجمالی خلاصہ ندوہ کے مشہور عالم مولانا عبد السلام کے الفاظ میں حسب ذیل ہے آپ فرماتے ہیں:-

"یقین کی تیسری شان صدیقیت اور محدثیت ہے۔ اور ان دونوں کی حقیقت یہ ہے کہ امت میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو فضائل انبیاء سے بہت حصہ رکھتے ہیں۔ اب اگر یہ مشابہت قوائے عقلیہ میں ہو تو وہ شہید یا حواری کہا جاتا ہے قرآن پاک کی اس آیت میں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ انہی دونوں مقامات کی طرف اشارہ ہے لیکن صدیق اور محدث میں یہ فرق ہے کہ صدیق کی روح پیغمبر کا اثر نہایت سرعت سے قبول کرتی ہے جس طرح گندھک آگ سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہے اس لئے جب وہ پیغمبر کی زبان سے کوئی بات سنتا ہے تو وہ اس کو اپنی روحانی شہادت سے فوراً تسلیم کر لیتا ہے گویا اس کا علم تقلیدی نہیں ہوتا بلکہ خود اس کے اندر سے ابال کھاتا ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نسبت جو یہ مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوتی تھی تو وہ حضرت جبریل علیہ السلام کی آواز کی گنگناہٹ سنتے تھے اس سے اسی امر کی طرف اشارہ ہے صدیق کے دو اور خصائص ہیں ایک تو پیغمبر کی محبت اور ہمدردی

(باقی ص ۱۱ پر)

تکبّر — نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے

از مکرم محمد انیس الرحمٰن صاحب صادق شاہد بنگالی واقفِ زندگی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر تکبر سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ ایسا قبیح اور مکروہ فعل ہے جو ربّ غفور کو سخت ناپسند ہے۔ تکبر نیک اعمال کو ضائع کرنے والی چیز ہے۔ تکبر خدا تعالیٰ کے مامورین پر ایمان لانے میں روک بنتا ہے قرآنِ کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون اسی لئے ہلاک ہوا کہ وہ تکبر کرتا تھا۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی تکذیب کرتا تھا۔ بلعم اسی لئے ہلاک ہوا کہ اس نے تکبر کیا تھا۔ ابلیس بھی اسی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے راندۂ درگاہِ الٰہی ہوا کہ اس کے رگ و ریشہ میں تکبر سمایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو خلیفۃ فی الارض بنایا اور فرشتوں کو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے کہا تو شیطان نے یہی گھمنڈ کیا کہ میں آدم سے بڑا ہوں اور کہہ دیا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔ یعنی میں اس سے بہتر ہوں۔ اسے خدا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ وہ بارگاہِ الٰہی سے دھتکارا گیا اور ازلی ابدی شقاوت اور بدبختی اس کے نصیب میں آئی۔ اعمال کی حفاظت کے لئے تکبر سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیئے۔ انبیاء علیہم السلام اپنے متبعین کو ہمیشہ تکبر سے بچنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ حضرت لقمان علیہ السلام کے بارہ میں قرآن کریم میں آیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو تکبر سے بچنے کی خاص تلقین فرمائی وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اے مخاطب زمین پر تکبر سے نہ چل۔ تو زمین کو نہیں پھاڑ سکے گا اور پہاڑ کی بلندی تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک عابد کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے :-

"تکبر اور شرارت بُری بات ہے ایک ذرہ سی بات سے ستر برس کے عمل ضائع جاتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک شخص عابد تھا۔ وہ پہاڑ پر رہا کرتا تھا اور مدت سے وہاں بارش نہ ہوئی تھی۔ ایک روز بارش ہوئی تو پتھروں پر اور آدڑیوں پر بھی ہوئی۔ اس کے دل میں اعتراض پیدا ہوا کہ ضرورت تو بارش کی کھیتوں اور باغات کے واسطے ہے یہ کیا بات ہے کہ پتھروں پر ہوئی یہی بارش کھیتوں پر ہوتی تو کیا اچھا ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کا سارا حال پن چھین لیا۔ آخر وہ بہت غمگین ہوا اور کسی اور بزرگ کی استمداد کی تو اس کو پیغام آیا کہ تو نے اعتراض کیوں کیا تھا۔ تیری اس خطا پر عتاب ہوا۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۵۵)

واضح ہو کہ تکبر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"تکبر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی یہ آنکھ سے نکلتا ہے جبکہ دوسرے کو گھور کر دیکھتا ہے۔ تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ کبھی زبان سے نکلتا ہے۔ اور کبھی اس کا اظہار سر سے ہوتا ہے۔ اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے غرضکہ تکبر کے کئی چشمے ہیں اور مومن کو چاہیئے کہ ان تمام چشموں سے بچتا رہے۔ اور اس کا کوئی عضو ایسا نہ ہو جس سے تکبر کی بُو آوے اور وہ تکبر کو ظاہر کرنے والا ہو۔"

(ملفوظات جلد ششم)

تکبر دولت سے بھی پیدا ہوتا ہے بعض دفعہ خاندان اور ذات کا تکبر ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ تکبر علم کی وجہ سے بھی ہوتا ہے شرک کے تکبر جیسی اور بلا کوئی نہیں ہے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :-

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبر کا نہیں۔ شیطان بھی موحد ہونے کا دم مارتا تھا۔ مگر چونکہ اس کے سر میں تکبر تھا۔ اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا جب اس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا اور طوقِ لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کے لئے ہلاک ہوا تکبر ہی تھا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۹۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو تکبر سے بچنے کی خصوصیت سے نصیحت فرمائی ہے۔ ہمیں ہمیشہ اس کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔ حضور فرماتے ہیں :-

"میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو۔ کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے۔ کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا۔ اور اپنے تئیں کوئی چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دیدے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحتِ بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبر ہے۔ اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں۔ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سُست ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا۔ اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے۔ سو تم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھتا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ..."

(نزول المسیح صفحہ ۲۴-۲۵)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کے ارشادات پر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصیحت پر عمل کر کے تکبر سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین

دین کی اغراض کیلئے خدمت کا وقت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اس راہ میں وہ روپیہ لگا دے اور بہر حال صدق دکھاوے تا فضل اور روح القدس کا انعام پاوے۔ کیونکہ یہ انعام ان لوگوں کے لئے تیار ہے جو اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں"

(کشتی نوح صفحہ ۶۴)

برادرم محمد عبد السلام صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر

از مکرم مولوی محمد عبد اللہ صاحب بی ایس سی حیدر آباد دکن

یہ اللہ تعالےٰ کا بے حد و انتہا شکر و احسان ہے کہ اس نے والد مرحوم کو یہ سعادت بخشی کہ انہوں نے اپنی جزو معاشی کے قطع نظر خود تکلیف اٹھا کر اپنے پانچوں لڑکوں کو تعلیم و تربیت کیلئے قادیان شریف بھیجا۔ عاجز چونکہ بڑا لڑکا تھا اس لئے والد مرحوم مجھے اپنے ساتھ ۱۹۲۷ء میں قادیان لے گئے جہاں کچھ دن قیام فرما کر ہائی سکول میں شریک کروایا۔ اور حیدر آباد واپس ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ یادگیر کے سیٹھ حضرت شیخ حسن صاحب احمدی رضی اللہ عنہ نے کئی ایک لڑکے اپنے اخراجات پر قادیان بھیجے تھے تاکہ احمدیہ سکول میں تعلیم حاصل کر کے خادم دین بنیں جن میں مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل مرحوم بھی شامل تھے۔ مرحوم کی افتادِ طبیعت بچپن ہی سے ایسی واقع ہوئی تھی کہ وہ ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کرنا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے تھے اور ان کا یہ حال آخر دم تک ان کی آسودہ حالی میں بھی نہ صرف باقی رہا بلکہ روز افزوں ترقی کرتا چلا گیا۔ ان کے اس جذبۂ ہمدردی کو دیکھ کر والد مرحوم نے عاجز کو ان کے ساتھ کر دیا اور احمدیہ بورڈنگ میں شریک کروا دیا جہاں سے عاجز ہائی سکول پڑھنے جایا کرتا۔ ایک سال میں وطن سے دوری کا احساس جاتا رہا اور قادیان کے ماحول سے دلبستگی ہو گئی تو ہائی سکول بورڈنگ میں جا شریک ہوا۔ اور تعطیلات میں بھی حیدر آباد کا رُخ نہ کیا بلکہ مسلسل چار سال یعنی ۱۹۲۷ء تا ۱۹۳۱ء قادیان شریف میں ہی رہ کر تعطیلات بھی وہیں گزاریں۔ تاکہ اس کی برکات سے وافر حصّہ ملے۔ اسی دوران میں میرے والد صاحب مرحوم نے میرے دوسرے بھائی حکیم عبد الصمد صاحب مرحوم کو مدرسہ احمدیہ میں شرکت کے لئے روانہ فرمایا۔ اور میری امتحانِ میٹرک کے بعد واپسی پر میرے تیسرے بھائی عبد السلام صاحب مرحوم کو ہائی سکول میں شرکت کے لئے روانہ فرمایا ان سے چھوٹے بھائی محمد احمد صاحب انور سلمہٗ بھی تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل کئے گئے جو اب تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں بحیثیت لیکچرار امور کار گزار ہیں جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ تحریک فرمائی کہ ہر خاندان میں سے کم از کم ایک فرد ایسا ہو جس نے دین کے لئے اپنی زندگی وقف کی ہو اور خاندان کی نمائندگی کرنے والا ہو تو والد مرحوم نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے محمود احمد سعید سلمہٗ کو دینی خدمات کے لئے واقف زندگی بنا دیا جو مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد وکالتِ تبشیر ربوہ میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس طرح جہاں مجھے دو صدمے از برادرم محمد عبد الصمد صاحب اور برادرم محمد عبد السلام صاحب کی وفات کے اٹھانے پڑے ہیں وہاں دو خوشیاں بھی میرے لئے ڈھارس کا موجب ہیں کہ میرے دو بھائی مقدس بستی ربوہ میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور حضرت امیر المومنین کے ارشادات سے براہِ راست فیضیاب ہو رہے ہیں۔

عبد الصمد مرحوم کے انتقال پر ۳ ماہ اور چند روز ہی گزرے تھے کہ ۱۲ ستمبر کو عبد السلام مرحوم کی جدائی کا سانحہ پیش آ گیا صبح قریباً آٹھ بجے ان کا انتقال ہوا۔ اسی رات حیدر آباد میں شدید بارش ہو کر سیلاب آ گیا۔ اس طرح ۱۲ ستمبر شنہ حیدر آباد کے لئے ایک تاریخی یادگار بن گیا۔ دن میں بارش وقفہ وقفہ سے ہوتی رہی جس نے رات کے دس بجے سے شدت اختیار کر لی۔ حیدر آباد نے رات پریشانی اور بے چینی میں گزاری کئی افراد بہہ گئے ہزار ہا مکانات گر پڑے اور ۵۰ نعشیں دستیاب ہونے کی خبریں شائع ہوئیں۔ اس دن صبح تقریباً ۹ بجے مرحوم کے دوسرے لڑکے عبد الباسط نے آ کر اطلاع پہنچائی کہ عبد السلام اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھار چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم عرصہ دراز سے مرضِ صرع (مرگی) کا شکار تھے جس کے دوروں کے بعد کافی کمزوری ہو جایا کرتی تھی۔ اس مرض کے اثرات اس طرح رنگ لائے کہ آنکھوں کی بینائی جواب دینے لگی۔ ڈاکٹر یوسف حسین صاحب ماہر امراضِ چشم کے دواخانہ میں شریک ہو کر آنکھ کا آپریشن کروایا جس کے بعد بینائی سے پوری طرح محروم ہی ہو گئے۔ نتیجۃً ملازمت پر قائم رہنا خارج از بحث ہو گیا۔ اور گوشہ نشینی اختیار کر لینے کے سوا چارہ نہ رہا جب تک ملازمت پر برسرِ کار رہے بوجہ موصی ہونے کے حصہ آمد کی ادائی پر سختی سے کاربند رہے اور دیگر چندوں میں بھی نمایاں حصہ لیتے رہے مرحوم چونکہ عرصہ دراز سے موصی تھے اس لئے حصولِ تابوت کے لئے ممکنہ سعی کی گئی۔ کافی دوڑ دھوپ کے باوجود تیار موجود نہ ہونے کی اطلاع ہر جگہ سے ملنے پر بحالتِ مایوسی قبر کھدوانے کے لئے اپنے بڑے لڑکے محمد حمید اللہ سلمہٗ اور داماد عزیزم مشتاق احمد سلمہٗ کو احمدیہ قبرستان بھیجا ہی تھا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ تقریباً چار بجے سہ پہر صندوق کی تیاری کا آرڈر دے دیا گیا۔ افسوس ہے کہ ایک نجار نے ۴ گھنٹوں کے اندر تیار کر دینے کی ذمہ داری لے لی۔ اس پر احمدیہ قبرستان پہنچ کر قبر کی کھدائی کا کام رکوا دیا۔ اور حوض کے کھدوانے کا کام شروع کر دیا گیا۔ جس کے بعد محترم امیر صاحب کی خدمت میں ساری تفصیل بذریعہ ٹیلیفون عرض کر دی گئی۔ اور تابوت چونکہ رات کے ۸ بجے تک تیار ہونے والا تھا جس کی وجہ سے تدفین رات کو ہی ممکن تھی۔ اور بارش کا سلسلہ بھی جاری تھا لہٰذا احمدیہ قبرستان میں ہی پانچ بجے نماز جنازہ ادا کرنے کی بجائے مسجد احمدیہ میں ہی رات کے ۸ بجے نماز جنازہ کا اعلان کرنے کی استدعا کی گئی۔ رات کے ۹ بجے تک انتظار کیا گیا لیکن بارش کی وجہ سے احباب جماعت تشریف نہ لا سکے۔ تو بالآخر مولوی عبد الحفیظ صاحب بدر مولوی فاضل سے نمازِ جنازہ پڑھانے کی درخواست کی گئی اور جمیع عزیز و اقارب نے اس طرح نمازِ جنازہ ادا کی۔ مکرم عبد الوحید صاحب انصاری اور مکرم بشیر الدین الٰہ دین صاحب کے ہم ممنون ہیں جنہوں نے بارش کے باوجود تشریف لا کر کافی دیر انتظار کی زحمت اٹھائی۔ اور ۱۰ بجے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ محترم امیر صاحب دیگر احباب کرام کے ساتھ دو جیپ کار ۱۰ بجے اس وقت تشریف لائے جب کہ تابوت حوض میں رکھا جا چکا تھا۔ ان بزرگوں نے ازراہِ کرم قبرستان تک ہمارا ساتھ دیا اور چونکہ حوض میں کثرتِ باراں کے باعث پانی جمع ہو گیا تھا اور بارش زوروں پر تھی یہ طے پایا کہ تابوت واپس لے جا کر احمدیہ مسجد ہی میں رکھ دیا جائے۔ اور دوسرے دن تدفین عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ دوسرے دن یعنی ۲۲ ستمبر کو ۳ بجے انہیں امانتاً دفن کر دیا گیا چونکہ دوسرے دن بھی احباب جماعت نمازِ جنازہ کے لئے تشریف نہ لا سکے تھے اس لئے ۲۵ ستمبر کو بعد نماز جمعہ نماز جنازہ غائب پڑھی گئی۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو غریقِ رحمت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین کی رفاقت عطا کرے۔ مرحوم نے اپنی موذی علالت اور ملازمت سے محرومی اور مالی تنگی کے باعث کافی اذیتیں برداشت کیں۔ اور بینائی سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے باوجود انتہائی صبر و رضا کا نمونہ دکھایا۔ اخویم محترم سیٹھ محمد اعظم صاحب نے مرحوم کے انتقال کی اطلاع پر حسبِ ذیل الفاظ میں یاد فرمایا ہے:-

"یقین کیجئے کہ بہت صدمہ ہوا ہے میں ان سے ان کی قادیان کی طالب علمی کے زمانے سے واقف تھا۔ اور ان کی حیدر آباد میں ملازمت کے دوران بحیثیت سیکرٹری مال مجھے ان کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور ان کی بہت ساری خوبیاں آہستہ آہستہ مجھ پر واضح ہوتی گئیں۔ اور میرے دل میں ان کے لئے بڑی عزت تھی۔ ان کی علالت کا بھی مجھے افسوس رہا کرتا تھا۔ بڑی خوبیوں کے وہ متصف تھے۔ آخری زمانہ میں ان کے جو حالات رہے ہیں ان کا علم آپ کے خط سے ہو کر بہت دکھ پہنچا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں ان کو جگہ دے۔ اور ان کی بیوہ، بچوں اور سب عزیزوں کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ آپ نے نہایت اچھا کیا کہ ہمارے خاندان کے ملکی حوض میں ان کو رکھنے کی کوشش کی ہے تاکہ امانت کو رکھنا ہے تاکہ سامان آسانی سے جب میسر ہوں آسانی کے ساتھ بہشتی مقبرہ میں منتقل ہو سکے۔"

اللہ تعالےٰ نے اس نیک انسان کی بدولت جہاں ہم پر بے پایاں فضل فرمایا وہاں ایسے اسباب بھی مہیا فرما دئے کہ مرحوم کی بڑی لڑکی متمرہ نیرہ سالہ کی شادی کی تقریب ۱۱ر اکتوبر کو عمل میں لائی جا سکی اور اس طرح ایک اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بارگاہِ ایزدی سے نصیب ہوئی۔ مرحوم کی اور دو چھوٹی لڑکیاں ہیں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان کمسنوں کا اور مرحوم کی بیوہ اور دونوں یتیم لڑکوں کا ہر دم حامی و ناصر رہے۔ بڑا لڑکا بشیر السلام چند ماہ قبل بی اے کی تلاش روزگار میں چلا گیا تھا۔ جبکہ مرحوم کے نابینا ہو جانے کے بعد مالی مجبوریوں سے تنگ آ کر ان کی اہلیہ نے ایک چھوٹے مقام پر چھوٹی سی ملازمت اختیار کر لی تھی تاکہ خود بسری کی صورت پیدا ہو سکے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو پاک کرتی ہے

منقولات

پوربی پاکستان کی تباہی

"پوربی پاکستان میں پچھلے دنوں جو طوفان آیا اس کی وجہ سے کتنے لوگ ہلاک ہو گئے اور کتنے بے گھر۔ اس کے متعلق صحیح اندازہ ابھی تک نہیں لگایا جا سکا۔ کوئی کہتا ہے کہ دس لاکھ۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ مرنے والوں کی تعداد سینکڑوں یا ہزاروں تک نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ اس وقت تک کتنی لاشیں دفنائی جا چکی ہیں۔ اس کا بھی کسی کو کوئی اندازہ نہیں۔ اور کتنی ابھی باہر پڑی سڑ رہی ہیں۔ اس کا بھی کسی کو کوئی اندازہ نہیں۔ یہ ٹریجڈی کس قدر خوفناک تھی اس کا کچھ اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک ایک لاش کے لئے علیحدہ علیحدہ قبر بنانے کے لئے نہ تو جگہ تھی نہ وقت اور نہ سامان۔ اس لئے گڑھے کھود کر ان میں لاشوں کے ڈھیر دفنا دیئے گئے ہیں۔ حیوانوں کا بھی اس قدر افسوسناک انجام نہیں ہوتا جیسا کہ پوربی پاکستان میں انسانوں کا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے تاریخ عالم کی سب سے خوفناک ٹریجڈی کہا گیا ہے۔ تاریخ میں ایسی گھٹنا اس سے پہلے کوئی نہیں ہوئی کہ چند گھنٹوں میں لاکھوں لوگ موت کا شکار ہو گئے ہوں۔ اور کئی جزیرے صفحۂ ہستی سے ہی مٹ گئے ہیں، اور اُن کا اب کہیں نشان تک نظر نہیں آتا۔ پندرہ پندرہ اور بیس بیس فٹ اونچی سمندر کی لہریں ان جزیروں پر سے نکل گئیں۔ اور اپنے ساتھ لاکھوں لوگوں کو بہا لے گئیں۔

اس گھٹنا نے تمام دُنیا کو جھنجھوڑ دیا ہے۔ اور ہر جگہ سے پاکستان کے ان خانماں برباد لوگوں کے لئے ہر طرح کی امداد پہنچ رہی ہے ...."

(روزنامہ پرتاپ جالندھر ۲۷/۱۱)

عظیم تر طوفان

"مشرقی پاکستان میں آب و باد کا جو طوفان آیا ہے وہ دنیا کا غالباً سب سے بڑا حادثہ ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ مشرقی پاکستان ساری دنیا میں موسمی تباہیوں کا مرکز ہے۔ زلزلوں کے اعتبار سے ایران اور ترکی سب سے آگے ہیں۔ وہاں جو بھی زلزلہ آتا ہے وہ دیہات اور قصبات کو ناپید کئے بغیر نہیں چھوڑتا مشرقی پاکستان کے سمندری طوفانوں میں پچھلے پانچ چھ طوفانوں کے مقابلہ میں موجودہ طوفان کی شدت کہیں زیادہ ہے۔ اس کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ کئی جزیرے جن میں قابل لحاظ آبادی تھی غائب ہو چکے ہیں۔ موجودہ طوفان تو ایسا آیا کہ بہت سے مقامات پر ریلیف کا پہنچنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ طوفان زدہ علاقوں میں رضاکار جانے کے لئے تیار ہیں لیکن انہیں وہاں تک پہنچنے کے لئے کوئی راہ نہیں ملتی۔ یہی ڈاکٹروں کا حال ہے کہ وہ ایسے علاقوں میں کہاں سے جائیں حتیٰ کہ بچے بچائے لوگوں پر ہوائی جہازوں سے خوراک کا پھینکنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔

اس طوفان نے دنیا کے انسانی ضمیر کو بیدار کر دیا ہے۔ اور ہر جگہ سے روپیہ، دوائیں اور خوراک پہنچ رہی ہیں۔ ہندوستان نے اس معاملہ میں پہل کی اور وزیر اعظم نے تین لاکھ روپے دیئے اور مزید دینے کا اعلان فرمایا، امریکہ نے سب سے بڑی امداد دی ہے۔ وہ چالیس لاکھ دینے کے بعد حسب وعدہ سات کروڑ روپے سے زیادہ کی اور امداد دے گا۔ چین نے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ دیا ہے۔ جاپان کی حکمران پارٹی اور ریڈ کراس سارے جاپان میں ریلیف کا کام شروع کر چکی ہے۔ ایران، امریکہ، انڈونیشیا، برطانیہ سے ہیلی کوپٹر ضروری سامان لے کر اور ریلیف کے کاموں کے لئے ڈھاکہ پہنچ گئے ہیں۔

اس طوفان میں جانوں کے اتلاف کا اندازہ تین لاکھ بھی لگایا جا رہا ہے اور پانچ اور سات لاکھ بھی مگر یہ یقینی ہے کہ ان کی تعداد لاکھوں سے کم نہ ہوگی۔ پاکستان کے ریلیف کمشنر نے بتایا کہ مالی نقصان کا اندازہ ۷۳ کروڑ روپے ہے۔ مگر خیال ہے کہ یہ نقصان دو ارب سے کم نہ ہوگا۔ اس مصیبت میں جن حکومتوں نے ساتھ دیا ہے ان کا یہ جذبہ لائق تحسین ہے۔ اس عظیم تر حادثہ کے بعد اگر پاکستان کے انتخابات ملتوی کر دیئے جائیں تو اس کا امکان ہے۔ مغربی پاکستان میں شاید انتخابات ہو جائیں لیکن مشرقی پاکستان میں تو انتخابات کا کوئی امکان نہیں۔ مصیبت زدہ لوگوں کی بحالی پر کئی سال لگ جائیں گے۔ اس لئے وہاں انتخابات کو خارج از امکان ہی سمجھنا چاہیئے۔"

(روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۲۱/۱۱)

حوادثِ عالم کا اخلاقی پہلو

(اخلاق حسین قاسمی)

"دنیا کے قدرتی حوادث انسان کے لئے تنبیہ اور فہمائش کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مذہب نے کائنات کے ہولناک حوادث کے اسی اخلاقی پہلو پر انسانوں کو بار بار توجہ دلائی ہے۔

انسانی گمراہی کا سب سے المناک سبب ہمیشہ یہ رہا ہے کہ انسان مادی طاقتوں اور مادی وسائل ہی کو سب کچھ سمجھ کر خالق کائنات کی برتر و بالا قوت سے غافل ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ انسان کو اس غفلت سے چوکنا کرنے کے لئے اسی مادی طاقت سے تباہی اور بربادی کے طوفان برپا کر کے غافل انسان کو بتاتا ہے کہ حقیقی طاقت اس ذات برتر کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ یہ مادی وسائل بھی اسی کے اختیار و اقتدار کے تحت ہیں۔ قرآن نے بتایا کہ مادہ پرست انسان جب قدرتی حوادث کو دیکھتے ہیں تو اسے زمانہ کی گردش کہہ کر ٹال دیتے ہیں اور ان حوادث سے کوئی اخلاقی سبق حاصل نہیں کرتے۔

قد مسّ اٰبآءنا الضرّآء والسرّآء (سورہ اعراف)

اس طرح کی تباہیاں تو ہمارے باپ دادا کے دور میں بھی نازل ہوتی رہی ہیں۔

یعنی ایسے طوفان ایسے زلزلے اور ایسے سیلاب تو ہمیشہ آتے رہے ہیں۔ ان میں خدا کی طرف سے فہمائش اور انتباہ کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ قرآن نے اس کا جواب دیا۔

فاخذناھم بغتۃً وھم لا یشعرون۔

جو لوگ ان تباہ کن حوادث کو روز مرہ کے واقعات کہہ کر ٹال دیتے ہیں اور ان سے خدا کی برتری اور اس کی بالادستی کا یقین حاصل نہیں کرتے وہ اچانک کسی بڑے حادثہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے ساتھ کیا ہو گیا۔

سورہ انعام میں قرآن نے کہا۔

فلولا اذ جاءھم بأسنا تضرّعوا

جب ہماری طرف سے شدید حالات نمودار ہوتے ہیں تو یہ غفلت شعار ان سے اپنے دلوں میں نرمی اور جھکاؤ (کیوں) پیدا نہیں کرتے۔

مطلب یہ ہے کہ ان ہولناک حوادث کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے دلوں کی سختی کو دُور کرے حکومت اور دولت کے نشے میں مخمور انسان مادی کثرت سے اور وسائل کی فراوانی میں مدہوش قومیں خداوند عالم کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ طاقت ور کمزور پر رحم کرے۔ دولت مند غریب پر ترس کھائے اور خداوند عالم نے ہمدردی، احسان اور شرافت کے جو احکام مذاہب کے ذریعہ انسانوں تک پہنچائے ہیں ان کے سامنے سر جھکائے اور ان بربادیوں سے یہ سبق حاصل کرے کہ انسان کتنا ہی بڑا ہو۔ کیسا ہی دولت مند ہو۔ کیسے ہی اقتدار پر قابض ہو وہ خدا کی طاقت کے سامنے عاجز اور لاچار ہے۔

بڑائی اور کبریائی صرف خداوند عالم ہی کے شایانِ شان ہے۔

انسان کو ہر حالت میں خدا سے ڈرنا اور اس کے بندوں کے ساتھ محبت کا سلوک کرنا چاہیئے"

(روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۲۱/۱۱)

مقامِ صدّیقیت حضرت شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں

(بقیہ صفحہ ۸)

میں اپنی جان و مال تک کو قربان کر دیتا ہے۔ کسی بات میں اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ پیغمبر کی صحبت میں اکثر رہتا ہے۔ اور خواب کی تعبیر بہت صحیح بیان کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ سے خوابوں کی تعبیر پوچھا کرتے تھے۔ **صدیق کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے ایمان لاتا ہے اور بغیر معجزہ کے لاتا ہے۔"**

("اسوۂ صحابہؓ" حصہ دوم صفحہ ۳۲۶ ناشر دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۵ء)

اس حوالہ میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اگر حقیقت میں "صدیق" کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے ایمان لاتا ہے اور بغیر معجزہ کے ایمان لاتا ہے۔" نیز "پیغمبر کی صحبت میں اکثر رہتا ہے۔" تو بلا شک و شبہ ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ، تاثیراتِ سماویہ اور برکاتِ روحانیہ کے ثبوت میں اور حضورؐ کی کفش برداری کے طفیل اُمتی نبوت کا فیضان قیامت تک جاری رہے گا۔ لیکن اگر معاذ اللہ یہ نعمت غلامانِ مصطفےٰؐ سے بھی ہمیشہ کے لئے چھن گئی تو یقین کیجئے کہ فقط نبوت ہی بند نہیں ہوئی صدیقیت کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے۔!!

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۷۰ء ربوہ

۲۶ر دسمبر ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ

۹-۱۵ تا ۹-۴۵ تلاوت قرآن کریم و نظم

۹-۴۵ تا ۱۰-۱۵ افتتاحی خطاب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۱۰-۱۵ تا ۱۱-۰۰ سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم — محترم میر محمود احمد صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ

۱۱-۰۰ تا ۱۱-۴۵ احمدیت اسلام کی نشأۃ ثانیہ — محترم مولوی عبدالمالک خانصاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد

۱۱-۴۵ تا ۱۲-۰۰ اعلانات

۱۲-۰۰ تا ۱-۳۰ تیاری نماز

۱-۳۰ تا ۲-۰۰ نماز ظہر و عصر

اجلاس دوم

۲-۰۰ تا ۲-۱۵ تلاوت قرآن کریم و نظم

۲-۱۵ تا ۳-۰۰ سیرت صحابیہ رضی اللہ عنہا — محترم مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ

۳-۰۰ تا ۳-۴۵ احمدیت کی نئی نسل کی ذمہ داریاں — محترم مرزا عبدالحق صاحب امیر صوبائی۔

۳-۴۵ تا ۴-۳۰ خلافت راشدہ کے خلاف سازشیں — محترم شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن

۲۷ر دسمبر ۱۹۷۰ء بروز اتوار

۹-۱۵ تا ۹-۳۰ تلاوت قرآن کریم و نظم

۹-۳۰ تا ۱۰-۱۵ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام — محترم شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ

۱۰-۱۵ تا ۱۱-۰۰ زندہ خدا — محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب (صدر انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس)

۱۱-۰۰ تا ۱۱-۴۵ احمدیت پر اعتراضات کے جوابات — قاضی محمد نذیر ناظر اصلاح وارشاد

۱۱-۴۵ تا ۱۲-۰۰ اعلانات

۱۲-۰۰ تا ۱-۳۰ تیاری نماز

۱-۳۰ تا ۲-۰۰ نماز ظہر و عصر

اجلاس دوم

۲-۰۰ تا ۲-۱۵ تلاوت قرآن کریم و نظم

۲-۱۵ سے خطاب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

اجلاس شبینہ

بعد نماز عشاء

امن عالم کے متعلق اسلامی تعلیم — محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج

اسلامی عبادات کے مقاصد — محترم سید اعجاز احمد صاحب فاضل مربی سلسلہ

سیرت حضرت بلال رضی اللہ عنہ — مکرم غلام احمد صاحب خادم متعلم جامعہ احمدیہ

۲۸ر دسمبر ۱۹۷۰ء بروز سوموار

۹-۱۵ تا ۹-۳۰ تلاوت قرآن کریم و نظم

۹-۳۰ تا ۱۰-۱۵ غلبۂ اسلام کے متعلق پیشگوئیاں — محترم مولوی نور محمد نسیم سیفی صاحب

۱۰-۱۵ تا ۱۱-۰۰ وحی و الہام کے متعلق اسلامی نظریہ — محترم مولانا ابوالعطاء صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد (تعلیم القرآن)

۱۱-۰۰ تا ۱۱-۴۵ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت قرآن — محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید

۱۱-۴۵ تا ۱۲-۰۰ اعلانات

۱۲-۰۰ تا ۱-۳۰ تیاری نماز

۱-۳۰ تا ۲-۰۰ نماز ظہر و عصر

اجلاس دوم

۲-۰۰ تا ۲-۱۵ تلاوت قرآن کریم و نظم

۲-۱۵ سے خطاب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(کنندہ قاضی محمد نذیر ناظر اصلاح وارشاد)

پیٹرول یا ڈیزل سے چلنے والے ٹرک یا کاروں

کے ہر قسم کے پرزہ جات آپ کو ہماری دکان سے مل سکتے ہیں اگر آپ کو اپنے یا کسی قریبی شہر سے کوئی پرزہ نہ مل سکے تو ہم سے طلب فرمائیں

پتہ نوٹ فرمالیں

آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگولین کلکتہ ۱

Auto Traders 16 Mango Lane Calcutta-1

فون نمبر: 23-1652 / 23-5222 — تار کا پتہ "Autocentre"

پیشل گم بوٹ

جن کے آپ عرصہ سے متلاشی ہیں!

مختلف اقسام دفاتر، پولیس، ریلوے، فائر بریگیڈ، ہیوی انجینئرنگ، کیمیکل انڈسٹریز، مائنز، ڈیریز، ویلڈنگ شاپس اور عام ضرورت کے لئے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

گلوب ربر ورکس

★ آفس و فیکٹری: ۱۰ بہو بازار کلکتہ ۱۲ فون نمبر ۴۴-۳۲۷۲

★ شو روم: ۱۰ لوئر چیت پور کلکتہ ۱ فون نمبر ۳۴-۰۰۴۰

★ تار کا پتہ: "گلوب انجن"

Glob...

جلسہ سالانہ ۱۳۴۹ہش / ۱۹۷۰ء کے مبارک موقع پر

ہفت روزہ "بدر" کا باتصویر سالانہ نمبر

حسب معمول اس دفعہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ ۱۳۴۹ ہش (مطابق ۱۹۷۰ء) کے مبارک موقع پر ہفت روزہ بدر قادیان کا ضخیم اور دیدہ زیب سالانہ نمبر شائع ہو رہا ہے۔ جو انشاء اللہ اہم اور قیمتی مضامین کے علاوہ حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حالیہ بابرکت سفر مغربی افریقہ کی بعض ایمان افروز تصاویر پر مشتمل ہوگا۔

ہماری کوشش ہے کہ بدر کا یہ خصوصی شمارہ تبلیغی و تربیتی نقطۂ نظر سے زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہو۔ لہٰذا اس کی بکثرت اشاعت کے لئے احباب اور جماعتوں کی خصوصی توجہ اور تعاون کی ضرورت ہے۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

(ادارہ "بدر")

1270.
Janab S.A. Subhan Sahib,
C/O Yusuf Ali Sahib,
Vill:- Gandrigana Halli,
P.O.- Muragmalla, Tq. Chintamani
Distt. Kottar (Mysore State).